Muslims who believe in the Messiah
Mirza Ghulam Ahmad of Qadian

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلّہ

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ۙ یُخۡرِجُہُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ ؕ
القران الحکیم ۲:۲۵۸

النور

ہجرت-احسان ۱۳۹۵ھش
مئی-جون ۲۰۱۶ء

رمضان نمبر

خلافت نمبر

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ
تُحِبُّ الْعَفْوَ
فَاعْفُ عَنِّیْ

دعاءِ لیلۃ القدر

ہے دِیں وہی کہ جس کا خُدا آپ ہو عیاں

منظوم کلام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

دُنیا میں جس قدر ہے مذاہب کا شور و شَر
سب قصہ گو ہیں نُور نہیں ایک ذرّہ بھر

پر یہ کلام نُورِ خُدا کو دکھاتا ہے
اُس کی طرف نشانوں کے جلوہ سے لاتا ہے

جس دِیں کا صرف قصّوں پہ سارا مدار ہے
وہ دِیں نہیں ہے ایک فسانہ گزار ہے

سچ پوچھیے تو قِصّوں کا کیا اعتبار ہے
قِصّوں میں جُھوٹ اور خطا بے شمار ہے

ہے دِیں وُہی کہ صرف وُہ اِک قصّہ گو نہیں
زندہ نشانوں سے ہے دکھاتا رہِ یقیں

ہے دِیں وہی کہ جس کا خُدا آپ ہو عیاں
خود اپنی قدرتوں سے دکھاوے کہ ہے کہاں

جو معجزات سُنتے ہو قِصّوں کے رنگ میں
اُن کو تو پیش کرتے ہیں سب بحث و جنگ میں

جتنے ہیں فِرقے سب کا یہی کاروبار ہے
قِصّوں میں مُعجزوں کا بیاں بار بار ہے

پر اپنے دِیں کا کچھ بھی دکھاتے نہیں نشاں
گویا وُہ ربّ ارض و سما اب ہے ناتواں

گویا اب اس میں طاقت و قدرت نہیں رہی
وہ سلطنت، وہ زور، وُہ شوکت نہیں رہی

یا یہ کہ اب خُدا میں وُہ رحمت نہیں رہی
نیّت بدل گئی ہے وُہ شفقت نہیں رہی

ایسا گُماں خطا ہے کہ وُہ ذات پاک ہے
ایسے گُماں کی نوبتِ آخر ہلاک ہے

سچ ہے یہی کہ ایسے مذاہِب ہی مر گئے
اب اُن میں کُچھ نہیں ہے کہ جاں سے گزر گئے

جلد ٦٧ شمارہ ٥، ٦ خلافت اور رمضان نمبر

فہرست

نگران:

ڈاکٹر احسان اللہ ظفر امیر جماعت احمدیہ، یو ایس اے

ادارتی مشیر:

محمد ظفر اللہ ہنجرا، سید شمشاد احمد ناصر

مدیر: سید ساجد احمد

معاون مدیر: حسنیٰ مقبول احمد

لکھنے کا پتہ: publications@ahmadiyya.us

OR

Editor Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905

اللہ تعالیٰ کا مؤمنوں سے خلافت کا پختہ وعدہ

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (سورة النور:56)

ترجمہ و تفسیر بیان فرمودہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے اُن سے اللہ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اُس نے اُن سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور اُن کے لئے اُن کے دین کو، جو اُس نے اُن کے لئے پسند کیا، ضرور تمکنت عطا کرے گا اور اُن کی خوف کی حالت کے بعد ضرور اُنہیں امن کی حالت میں بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ اور جو اُس کے بعد بھی ناشکری کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو نافرمان ہیں۔

خدا نے تم میں سے بعض نیکو کار ایمانداروں کے لئے یہ وعدہ ٹھہرا رکھا ہے کہ وہ انہیں زمین پر اپنے رسولِ مقبول کے خلیفے کرے گا۔ انہیں کی مانند جو پہلے کرتا رہا ہے اور ان کے دین کو کہ جو ان کے لئے اس نے پسند کر لیا ہے یعنی دینِ اسلام کو زمین پر جما دے گا اور مستحکم اور قائم کر دے گا اور بعد اس کے کہ ایماندار خوف کی حالت میں ہوں گے یعنی بعد اُس وقت کے کہ جب بباعث وفات حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ خوف دامنگیر ہو گا کہ شاید اب دین تباہ نہ ہو جائے تو اس خوف اور اندیشہ کی حالت میں خدائے تعالےٰ خلافتِ حقہ کو قائم کر کے مسلمانوں کو اندیشہ ءابتریٔ دین سے بے غم اور امن کی حالت میں کر دے گا۔ وہ خالصًا میری پرستش کریں گے اور مجھ سے کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ یہ تو ظاہری طور پر بشارت ہے مگر جیسا کہ آیاتِ قرآنیہ میں عادتِ الٰہیہ جاری ہے اس کے نیچے ایک باطنی معنے بھی ہیں اور وہ یہ ہیں کہ باطنی طور پر ان آیات میں خلافتِ رُوحانی کی طرف بھی اشارہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک خُوف کی حالت میں کہ جب محبتِ الٰہیہ دلوں سے اُٹھ جائے اور مذاہبِ فاسدہ ہر طرف پھیل جائیں اور لوگ رُوبہ دُنیا ہو جائیں اور دین کے گُم ہونے کا اندیشہ ہو تو ہمیشہ ایسے وقتوں میں خدا رُوحانی خلیفوں کو پیدا کرتا رہے گا کہ جن کے ہاتھ پر رُوحانی طور پر نُصرت اور فتح دین کی ظاہر ہو اور حق کی عزّت اور باطل کی ذِلّت ہو تا ہمیشہ دین اپنی اصلی تازگی پر عَود کرتا رہے اور ایماندار ضلالت کے پھیل جانے اور دین کے مفقود ہو جانے کے اندیشہ سے امن کی حالت میں آجائیں۔ (براہین احمدیہ صفحات 236,235 حاشیہ)

(تفسیر بیان فرمودہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد سوم صفحہ 459)

مغفرت کی راہیں

احادیث مبارکہ

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ شَھَادَۃِ اَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ، وَاِیْتَآءِ الزَّکٰوۃِ، وَحَجِّ الْبَیْتِ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ۔

(بخاری کتاب الایمان باب قول النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بنی السلام علیٰ خَمسٍ)

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر ہے۔ اول یہ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ دوسرے نماز ادا کرنا، تیسرے زکوٰۃ دینا، چوتھے بیت اللہ کا حج کرنا، پانچویں روزے رکھنا۔

****

حضرت سلمان فارسیؓ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے نبی ﷺ نے فرمایا:

لَایَغْتَسِلُ رَجُلٌ یَّوْمَ الْجُمُعَۃِ وَیَتَطَھَّرُ مَااسْتَطَاعَ مِنْ طُھْرٍ وَیَدَّھِنُ مِنْ دُھْنِہٖ اَوْیَمَسُّ مِنْ طِیْبِ بَیْتِہٖ ثُمَّ یَخْرُجُ فَلَا یُفَرِّقُ فَلَا بَیْنَ اثْنَیْنِ ثُمَّ یُصَلِّیْ مَا کُتِبَ لَہٗ ثُمَّ یُنْصِتُ اِذَا تَکَلَّمَ الْاِمَامُ اِلَّا غُفِرَ لَہٗ مَابَیْنَہٗ وَبَیْنَ الْجُمُعَۃِ الْاُخْرٰی۔

(بخاری کتاب الجمعۃ باب الدھن للجمعۃ 833)

جو شخص جمعہ کے دن نہاتا ہے اور جتنی صفائی وہ کر سکتا ہے، کرتا ہے اور (بالوں) کے لئے چکنائی استعمال کرتا ہے یا گھر میں جو خوشبو میسر ہو وہ لگاتا ہے پھر جمعہ کے لئے گھر سے نکلتا ہے اور جمعہ میں دو آدمی اکٹھے بیٹھے ہیں ان کو الگ الگ کر کے اپنے لئے جگہ نہیں بناتا اور پھر جتنی اس کی قسمت میں ہو نماز پڑھتا ہے اور پھر جب امام خطبہ دے رہا ہو تو مکمل خاموشی اختیار کرتا ہے تو اس جمعہ سے اگلے جمعہ تک کے درمیان اس کی مغفرت ہو جاتی ہے۔

****

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ اَصْبَحَ مِنْکُمُ الْیَوْمَ صَائِمًا قَالَ اَبُوْبَکْرٍ اَنَا قَالَ فَمَنْ تَبِعَ مِنْکُمُ الْیَوْمَ جَنَازَۃً قَالَ اَبُوْبَکْرٍ اَنَا قَالَ فَمَنْ اَطْعَمَ مِنْکُمُ الْیَوْمَ مِسْکِیْنًا قَالَ اَبُوْبَکْرٍ اَنَا قَالَ فَمَنْ عَدَ مِنْکُمُ الْیَوْمَ مَرِیْضًا قَالَ اَبُوْبَکْرٍ اَنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَاجْتَمَعْنَ فِیْ اِمْرِئٍ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّۃَ۔

(مسلم کتاب الزکوٰۃ باب فضل من ضمّ الی الصدقۃ غیرھا من اعمال البرّ 2374)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "آج تم میں سے کون روزہ دار ہے" حضرت ابو بکرؓ نے کہا میں روزہ دار ہوں پھر آپ ﷺ نے فرمایا "آج تم میں سے کون جنازہ کے ساتھ گیا ہے" حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا آج میں جنازہ کے ساتھ گیا ہوں، پھر آپ ﷺ نے دریافت فرمایا "آج تم میں سے کس نے کسی محتاج کو کھانا کھلایا ہے" حضرت ابو بکرؓ نے کہا میں نے کھلایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "تم میں سے آج کس نے مریض کی عیادت کی ہے" تو حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا میں نے عیادت کی ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "یہ باتیں کسی شخص میں اکٹھی نہیں ہوتیں مگر وہ جنت میں داخل ہوتا ہے۔"

****

ارشادات عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

تاثیراتِ روزہ و حضرت مسیح موعودؑ کا التزام صوم

''جب میں نے چھ ماہ کے روزے رکھے تو ایک دفعہ ایک طائفہ انبیاء کا مجھے کشف میں ملا اور انہوں نے کہا کہ تو نے کیوں اپنے نفس کو مشقت میں ڈالا ہوا ہے اس سے باہر نکل۔ اس طرح جب انسان اپنے آپ کو خدا کے واسطے مشقت میں ڈالتا ہے۔ تو وہ خود ماں باپ کی طرح رحم کرکے اسے کہتا ہے کہ تو کیوں مشقت میں پڑا ہے مگر جو لوگ تکلف سے اپنے آپ کو مشقت سے محروم رکھتے ہیں خدا ان کو دوسری مشقت میں ڈالتا ہے اور نکالتا نہیں اور دوسرے جو خود مشقت میں پڑتے ہیں ان کو وہ آپ نکالتا ہے۔ انسان کو واجب ہے کہ اپنے نفس پر آپ شفقت نہ کرے بلکہ ایسا بنے کہ خدا اس کے نفس پر شفقت کرے کیونکہ انسان کی شفقت اس کے نفس پر اس کے واسطے جہنم ہے اور خدا کی شفقت جنت۔ ابراہیم علیہ السلام کے قصہ پر غور کرو کہ جو آگ میں خود گرنا چاہتا ہے اسے تو وہ خدا آگ سے بچاتا ہے اور جو لوگ خود آگ سے بچنا چاہتے ہیں وہ آگ میں ڈالے جاتے ہیں۔ یہ اسلم ہے اور یہ اسلام ہے کہ جو کچھ خدا کی راہ میں پیش آوے اس کا انکار نہ کرے۔ اگر آنحضرت ﷺ اپنی عظمت کی فکر میں خود لگتے تو وَاللّٰہُ یَعۡصِمُکَ مِنَ النَّاسِ کی آیت نازل نہ ہوتی۔ حفاظت الٰہی کا یہی سرّ ہے۔''

(الحکم نمبر44 جلد6 مؤرخہ 10/ دسمبر 1902ء صفحہ 9، فتاویٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ 145)

خلافت

''میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے سو تم خدا کی قدرت ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دعا کرتے رہو۔ اور چاہئے کہ ہر ایک صالحین کی جماعت ہر ایک ملک میں اکٹھے ہو کر دعا میں لگے رہیں تا دوسری قدرت آسمان سے نازل ہو اور تمہیں دکھاوے کہ تمہارا خدا ایسا قادر خدا ہے۔ اپنی موت کو قریب سمجھو تم نہیں جانتے کہ کس وقت وہ گھڑی آجائے گی۔ اور چاہئے کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں میرے نام پر میرے بعد لوگوں سے بیعت لیں* خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اُن تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیاء اُن سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا سو تم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے۔ اور جب تک کوئی خدا سے روح القدس پا کر کھڑا نہ ہو سب میرے بعد مل کر کام کرو۔

* ایسے لوگوں کا انتخاب مومنوں کے اتفاق رائے پر ہوگا۔ پس جس شخص کی نسبت چالیس 40 مومن اتفاق کریں گے کہ وہ اس بات کے لائق ہے کہ میرے نام پر لوگوں سے بیعت لے وہ بیعت لینے کا مجاز ہوگا اور چاہئے کہ وہ اپنے تئیں دوسروں کے لئے نمونہ بناوے۔ خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ میں تیری جماعت کے لئے تیری ہی ذرّیت سے ایک شخص کو قائم کروں گا اور اُس کو اپنے قرب اور وحی سے مخصوص کروں گا اور اس کے ذریعہ سے حق ترقی کرے گا اور بہت سے لوگ سچائی کو قبول کریں گے سو اُن دنوں کے منتظر رہو اور تمہیں یاد رہے کہ ہر ایک کی شناخت اُس کے وقت میں ہوتی ہے اور قبل از وقت ممکن ہے کہ وہ معمولی انسان دکھائی دے یا بعض دھوکہ دینے والے خیالات کی وجہ سے قابل اعتراض ٹھہرے جیسا کہ قبل از وقت ایک کامل انسان بننے والا بھی پیٹ میں صرف ایک نطفہ یا علقہ ہوتا ہے۔ منہ *

(روحانی خزائن جلد 20 رسالہ الوصیۃ صفحات 306 تا 307)

خلاصہ جات خطبات جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

5/ فروری 2016ء

حضرت خلیفۃ المسیح فرماتے ہیں: شرک اور جھوٹ کو قرآن کریم میں اکٹھا بیان کیا گیا اور ان سے بچنے کی تلقین کی گئی، گویا جھوٹ کا گناہ بھی شرک کی طرح ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے الزور کا لفظ استعمال کیا ہے، جس کے معنی ہیں جھوٹ، غلط بیانی، غلط گواہی، خدا تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا، ایسی مجلسیں یا جگہیں جہاں جھوٹ عام بولا جاتا ہو، اسی طرح گانے بجانے، فضولیات اور غلط بیانیوں کی مجالس، یہ ساری الزور کے معنوں میں آتی ہیں، پس مومن وہ ہیں اور خدا تعالیٰ کے بندے وہ ہیں جو جھوٹ نہیں بولتے، جو ایسی جگہوں پر نہیں جاتے جہاں مشرکانہ کام ہو رہے ہوں۔

لوگ کہتے ہیں ہم جھوٹ کو کیونکر چھوڑ دیں، اس کے بغیر گزارہ نہیں ہوتا مگر حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ آخر کار سچ ہی کامیاب ہوتا ہے۔

اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ ایک عیسائی وکیل جس کا نام رلیارام تھا، اس نے حضرت مسیح موعودؑ پر ایک مقدمہ دائر کیا، حضرت مسیح موعودؑ نے ایک مضمون بغرض طبع ہونے کے جس کی دونوں طرفیں کھلی تھیں بھجوایا اور اس پیکٹ میں خط بھی رکھ دیا، چونکہ خط میں ایسے الفاظ تھے جن میں اسلام کی تائید اور دوسرے ادیان کے بطلان کی طرف اشارہ تھا، اس لئے وہ عیسائی افروختہ ہوا۔ حضرت مسیح موعودؑ کو انگریز مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش کیا گیا، پیشی کے دوران مجسٹریٹ نے حضرت مسیح موعودؑ سے پوچھا کہ کیا آپؑ نے یہ خط پیکٹ میں رکھ دیا تھا، حضرت مسیح موعودؑ نے بلا توقف جواب دیا کہ یہ میرا ہی پیکٹ اور میرا ہی خط ہے اور آپؑ نے اس خط کو اس پیکٹ میں رکھ کر روانہ کیا تھا مگر آپؑ نے گورنمنٹ کی نقصان رسانی کی غرض سے بدنیتی سے یہ کام نہیں کیا تھا بلکہ میں نے اس خط کو اس مضمون سے کچھ علیحدہ نہیں سمجھا، اس بات کو سنتے ہی اللہ تعالیٰ نے اس انگریز کے دل کو میری طرف پھیر دیا اور میرے مقابل پر افسر ڈاک خانہ جات نے بہت شور مچایا۔

ان باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے ہر احمدی جائزہ لے، اپنا جائزہ لیں کہ مقدمات میں ہم غلط بیانیوں سے کام تو نہیں لیتے، پھر ہم کاروباروں میں منافع کی خاطر غلط بیانی سے کام تو نہیں لیتے، رشتے طے کرتے وقت ہم غلط بیانی تو نہیں کرتے، کیا ہر طرح سے ہم قول سدید سے کام لیتے ہیں، حکومت سے سوشل اور ویلفیئر الاؤنس لینے کے لئے جھوٹ کا سہارا تو نہیں لیتے، اس بارہ میں بہت سے لوگوں کے بارہ میں غلط تاثر پایا جاتا ہے کہ اپنی آمد چھپا کر حکومت سے الاؤنس لیا جاتا ہے اور اسی وجہ سے ٹیکس کی ادائیگی بھی نہیں کی جاتی اور ٹیکس بھی چوری ہوتا ہے۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے اور اس کی عظمت کو دل میں جگہ دیتے ہیں، خدا تعالیٰ ان کو عزت دیتا ہے، جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے ہو جاوے اللہ تعالیٰ اس کا ہو جاتا ہے مگر افسوس یہ ہے کہ جو لوگ اس طرف توجہ کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی طرف آنا چاہتے ہیں ان میں سے اکثر یہی چاہتے ہیں کہ ہتھیلی پر سرسوں جمادی جاوے، وہ نہیں جانتے کہ دین کے کاموں میں کس قدر صبر اور حوصلے کی حاجت ہے اور تعجب تو یہ ہے کہ وہ دنیا جس کے لئے وہ رات دن مرتے اور ٹکریں مارتے ہیں اس کے لئے تو برسوں انتظار کرتے ہیں انسان بیج بو کر کتنے عرصے تک انتظار میں لگا رہتا ہے لیکن دین کے کاموں میں آتے ہی کہتے ہیں کہ پھونک مار کر ولی بنا دو۔

قاسم تورے صاحب مربی سلسلہ آئیوری کوسٹ کی وفات۔

12/ فروری 2016ء

ہمیں اپنے جائزے لینے چاہئیں کہ ہم نے حضرت مسیح موعودؑ کو اس لئے مانا کہ دین کو دنیا پر مقدم کریں گے، اپنے اندر کی برائیاں دور کریں گے اور نیکیوں کو قائم کریں گے لیکن وقت کے ساتھ ساتھ اگر ہماری حالت میں ترقی کی بجائے انحطاط ہو رہا ہے، نیچے گر رہے ہیں تو ہم اپنے مقصد سے دور ہٹ رہے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ کو بھی ہماری کوئی پرواہ نہیں ہوگی، اسی طرح یہ بھی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے کہ دنیا کی کیا حالت ہو رہی ہے، بہت سے ممالک میں نہ عوام نہ حکومتیں ایک دوسرے کا حق ادا کر رہی ہیں، فتنہ اور فساد ہے، اور جہاں حالت اتنی خراب نہیں ہے، وہاں خدا تعالیٰ سے دور ہو کر اس کے خلاف بدزبانی کر کے ہتک کرنے

کی کوشش کی جارہی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا کہ حالیہ دورہ جاپان میں حضور سے ایک شریف النفس عیسائی پادری نے سوال کیا کہ امن کی کیا تعریف ہے اور کس طرح قائم کیا جائے، حضور نے فرمایا اسلام کہتا ہے جو اپنے لئے پسند کرو وہی دوسرے کے لئے پسند کرو، جب ایسا کروگے تو ایک دوسرے کے حق قائم کر رہے ہوگے اور جب حق قائم کروگے تو امن ہوگا اور ایک دوسرے پر سلامتی بھی بھیج رہے ہوگے، کہنے لگا یہ تعریف میرے دل کو لگی ہے اور پہلی دفعہ سنی ہے۔

انتخابات کے موقع پر بھی ایسے سوالات اٹھتے رہتے ہیں، جب اکثریت ووٹ کے خلاف فیصلہ دیا جائے تو اس قسم کے سوال لوگ لکھتے رہتے ہیں، یہ سال بھی انتخابات کا سال ہے، اس لحاظ سے بھی ہر ایک کو اپنی سوچوں کو درست کرنے کی ضرورت ہے کہ دعا کے بعد ہر رشتے اور تعلق کو چھوڑ دیں، اپنا حق صحیح طریقے سے استعمال کریں اور اس کے بعد جو فیصلہ ہو جائے اس کو قبول کرلیں، مکمل طور پر ذاتیات سے بالا ہو کر فیصلے کریں۔

کچھ عرصہ پہلے ایک ملک میں ایک مجلس کی لجنہ کا انتخاب ہوا، وہاں سے حضور کو خط آیا کہ اس کو کیوں یہ عہدہ دیا گیا ہے، اس قسم کی بیہودگیوں سے بچنا چاہئے اور جو بھی بنادیا جائے اس سے مکمل تعاون کرنا چاہئے۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ صحابہؓ آنحضرت ﷺ کو دعائیں کرتے دیکھتے تو ہمیں یہ معلوم ہوتا کہ جیسے ہنڈیا جوش سے ابل رہی ہے، پس اپنے نفوس کی اصلاح کی طرف توجہ کرو اور تقویٰ اور طہارت پیدا کرو اور مت سمجھو کہ تم نیک کام کررہے ہو اور نیک سے نیک کام میں بھی بے ایمانی پیدا ہو سکتی ہے،

حضرت مسیح موعودؑ فرمایا کرتے تھے کہ نامعلوم کیا بات ہے کہ آج کل لوگ حج کرکے آتے ہیں تو ان کے دل میں پہلے سے زیادہ رعونت اور بدی پیدا ہو چکی ہوتی ہے، یہ نقص اس لئے پیدا ہوتے ہیں کہ وہ حج کے مفہوم کو نہیں سمجھتے۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں: بعض مشکلات ایسی ہیں جن کو دور کرنا ہمارے اختیار میں نہیں ہے، دشمن کی زبان کو ہم نہیں بند کرسکتے اور اس کے قلم کو نہیں روک سکتے، ان کی زبان اور قلم سے وہ کچھ نکلتا ہے جسے سننے کی ہمیں تاب نہیں ہوتی اور آج کل جب ہم دیکھتے ہیں کہ انتہائی غلیظ زبان استعمال کرکے حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف اشتہارات لگائے جاتے ہیں، حکومت کو توجہ دلائی جاتی تھی لیکن بات نہیں سنی جاتی تھی، اسی طرح سنتے ہیں جیسے بہرے سنتے ہیں، حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ وہی باتیں حضرت مسیح موعودؑ کے بارہ میں کہی جاتی ہیں، اگر کسی اور کے بارہ میں کہی جائیں تو ملک میں آگ لگ جائے۔

19/فروری 2016ء

فروری 20 کا دن جماعت احمدیہ میں پیشگوئی مصلح موعود کے حوالے سے جانا جاتا ہے، حضرت مسیح موعودؑ کو ایک بیٹے کی پیدائش کی خبر دی گئی تھی، جو دین کا خادم ہوگا، عمر پائے گا اور بے شمار دوسری خصوصیات کا حامل ہوگا، حضرت مسیح موعودؑ اس پیشگوئی کی اہمیت کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ یہ صرف ایک پیشگوئی ہی نہیں بلکہ عظیم الشان آسمانی نشان ہے، جس کو خدا جل و شانہ نے ہمارے نبی کریم ﷺ کی صداقت و عظمت ظاہر کرنے کے لئے ظاہر فرمایا ہے اور دراصل یہ نشان ایک مردہ کے زندہ کرنے سے صدہا درجہ اعلیٰ واکمل وافضل ہے۔

28 جنوری، 1944 میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مصلح موعودؓ ہونے کا اعلان فرماتے ہوئے فرمایا کہ آج میں ایسی بات کہنا چاہتا ہوں جس کا بیان کرنا میری طبیعت کے لحاظ سے مجھ پر گراں گزرتا ہے لیکن چونکہ بعض نبوتیں اور الٰہی تقدیریں اس کے بیان کرنے سے وابستہ ہیں، اس لئے میں اس کے بیان کرنے کے باوجود اپنی طبیعت کے انقباض سے رک بھی نہیں سکتا، پھر آپ نے اپنی ایک رویا کا ذکر فرمایا اور اس کی تعبیر کرتے ہوئے آپؓ نے فرمایا کہ وہ پیشگوئی جو مصلح موعود کے بارہ میں تھی وہ خداتعالیٰ نے میری ہی ذات کے لئے مقدر کی ہوئی تھی۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ جب خلافت کے عہدے پر اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو کھڑا کیا، اس طرف بھی پیشگوئی میں اشارہ تھا کہ وہ جلد جلد بڑھے گا۔ پھر آپؓ نے واقعہ بیان کیا کہ ایک دفعہ میں حضرت اماں جانؓ کے کمرے میں نماز کے انتظار میں ٹہل رہا تھا تو مجھے مسجد سے اونچی اونچی باتیں کرنے کی آوازیں آئیں جو یہ کہہ رہے تھے کہ ایک بچے کو آگے کرکے جماعت کو تباہ کیا جا رہا ہے، میں نے مسجد میں جاکر پوچھا کہ وہ بچہ کون ہے تو وہ دوست ہنس کر کہنے لگے کہ وہ بچے آپؓ ہی ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ مخالفین کا یہ قول حضرت مسیح موعودؑ کے الہام کی تصدیق کررہا تھا کہ وہ جلد جلد بڑھے گا۔ اس وقت جب حضرت مسیح موعودؑ نے اس پیشگوئی کا اعلان کیا تھا تو آپؑ پر دشمن چاروں طرف سے حملے کر رہے تھے، محض اس بنا پر کہ آپؑ نے الہام کا دعویٰ کیا

تھا، مجددیت کا دعویٰ نہیں اور ماموریت کا دعویٰ بھی نہیں تھا، اس وقت ایک لڑکے کی پیشگوئی ان اعلیٰ صفات کے ساتھ آپؑ نے بیان فرمائی، حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں جب کسی کے نائب کی شہرت کا کہا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کے آقا و مطاع کی شہرت ہوگی، پس جب خدا تعالیٰ نے پیشگوئی میں یہ کہا کہ وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ آنحضور ﷺ اور حضرت مسیح موعودؑ کا نام بھی دنیا کے کناروں تک پہنچے گا۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ دیکھ لو، مولوی محمد علی صاحب میرے مقابل پر اتنے نیچے ہوئے کہ ان کا سارا زور ہی اس بات کو ثابت کرنے پر ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے حضور وہی لوگ معزز ہوتے ہیں جو چھوٹے ہوں، پہلے کہا کرتے تھے کہ ہم 95 فیصدی ہیں اور یہ 4 یا 5 فیصد ہی ہیں، اور جماعت کی اکثریت کبھی ذلالت پر نہیں ہو سکتی، مگر اب کہتے ہیں کہ بیشک قادیان کی جماعت زیادہ ہے اور ہم تھوڑے ہیں لیکن ان کا زیادہ ہونا ہی ان کے جھوٹے ہونے کا ثبوت ہے۔ صوفی نذیر احمد صاحب کی جرمنی میں وفات۔

26/فروری 2016ء

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ ایک عورت نے سونے کی خوبصورت انگوٹھی بنوائی لیکن کسی نے اس کی طرف توجہ نہ دی، اس نے تنگ آکر اپنے گھر کو آگ لگا دی، لوگوں نے پوچھا کچھ بچا بھی، اس نے کہا سوائے اس انگوٹھی کے کچھ نہیں بچا، ایک عورت نے پوچھا بہن تم نے یہ انگوٹھی کب بنوائی تھی، یہ تو بہت خوبصورت ہے، وہ کہنے لگی یہی بات تم مجھ سے پہلے پوچھ لیتی تو میرا گھر کیوں جلتا۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں یہ عادت صرف عورتوں تک مخصوص نہیں ہے بلکہ مردوں میں بھی ہے۔ پس ایک مومن کو اپنے رویوں سے، اپنے سلوک سے دوسروں کے کام آنے سے، دوسروں پر احسان کرنے سے اپنی قدر پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، صرف محدود قدر نہ ہو بلکہ اپنے معاشرے میں قدر پیدا کرنے والا ہو، ہر ایک کا اپنا اپنا دائرہ ہے، اسی دائرے میں ایک احمدی کا نیک تعارف صرف اس کی ذات تک محدود نہیں رہنا چاہئے یا اسے فائدہ نہیں پہنچاتا بلکہ جماعت کی نیک نامی کا باعث ہوتا ہے، اگر احمدی اثر ڈالنے والا ہو تو دنیا کو پتہ چلے گا کہ اسلام کی حقیقت کیا ہے اور اسلام کی تعلیم ہی حقیقی تعلیم ہے جو حقیقی امن پیدا کر سکتی ہے۔

آج کل ہمارے مبلغین سے دنیا کے حالات کے بارہ میں سوال پوچھے جاتے ہیں۔ ہر ایک مبلغ کو چاہئے کو وہ جغرافیہ، تاریخ، حساب، طب، آداب گفتگو، آداب مجلس وغیرہ کی اتنی واقفیت ضرور رکھتا ہو جتنی شرفاء کی مجلس میں شامل ہونے کے لئے ضروری ہے اور یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے، تھوڑی سی محنت سے یہ بات حاصل ہو سکتی ہے، اس کے لئے ہر علم کی ابتدائی کتابیں پڑھ لینی چاہئیں، اس کے علاوہ بھی ہمارے مربیان سے زمانے کے حالات کے مطابق سوال کئے جاتے ہیں، حالات حاضرہ کے متعلق، اور بعض دفعہ باقاعدگی سے خبریں نہیں سنتے تو علم نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ سے تعلق کی حقیقت میں مسائل کا حل نکالنا ہے اور یہ تعلق تقویٰ سے بڑھتا ہے، اور پھر ہم احمدی جن کا یہ دعویٰ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کو مان کر ہم نے صحیح اسلامی تعلیم کے مطابق زندگی گزارنی ہے، ہمیں تو اس زندگی کو گزارنے کے لئے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی طرف ہی دیکھنا ہے، اسی سے تعلق قائم کرنا ہے، ہماری کامیابی تو کبھی دنیاوی باتوں سے نہیں ہو سکتی، پس اگر ہم تقویٰ اور خوف الٰہی اپنے اندر پیدا کریں تو پھر ہی ہماری کامیابی ہے اور پھر جب یہ صورت ہوگی تو فرشتے ہماری راہ ہموار کرتے چلے جائیں گے انشاءاللہ تعالیٰ۔

حضرت مسیح موعودؑ فرمایا کرتے تھے کہ سب سے بڑھ کر سچی دوستی انسان کو اللہ تعالیٰ سے قائم کرنی چاہئے کہ وہ اپنی جان اور مال اور اپنی ہر چیز کی قربانی کے لئے تیار رہے۔

انسان کا فرض ہے کہ وہ صدق دل سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانیاں کرتا چلا جائے، اللہ تعالیٰ ہماری کتنی باتیں مانتا ہے، رات دن ہم اس کی عطا کردہ نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں، خدا تعالیٰ ہماری کتنی خواہشوں کو پورا کرتا ہے اور اگر ایک آدھ دفعہ اپنی خواہش کے خلاف ہو جائے تو کس طرح لوگ اللہ تعالیٰ سے بدظن ہو جاتے ہیں، اصل تعلق یہ ہے کہ عسر اور یسر دونوں حالتوں میں استوار رہے اور کوئی فرق نہ آئے۔

4/مارچ 2016ء

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ قادیان کے دو آدمیوں کا آپس میں اختلاف ہو گیا، دوستوں نے انہیں سمجھایا لیکن دونوں نے کہا نہیں ہم نے انگریزی عدالت میں جانا ہے، جب عدالت میں پیشی ہوتی تو وہ خود یا ان کا کوئی نمائندہ حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں دعا کے لئے کہنے آ جاتا، حضرت مسیح موعودؑ فرماتے تھے کہ دونوں میرے مرید ہیں اور ان سے تعلق بھی ہے، کس کے لئے دعا کروں کہ وہ ہارے اور وہ جیتے، میں تو یہی دعا کرتا ہوں کہ جو سچا ہے وہ جیت جائے، ایسی دعا کے لئے کہنا ایسا ہی ہے جیسے بارش ہونے یا نہ ہونے کا معاملہ ہے جس سے ایک نہ ایک فریق کو نقصان پہنچے گا، کسی نہ کسی نے تو نقصان اٹھانا ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ مجھے یاد ہے ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا طب کے تمام اصول قرآن کریم میں بیان کئے گئے ہیں اور دنیا کے تمام امراض کا علاج قرآن کریم میں موجود ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے مجھے اس طرح قرآن کریم پر غور کرنے کا موقع ہی نہ ملا ہو اور ممکن ہے میرا عرفان ابھی اس حد تک نہ پہنچا ہو مگر بہر حال جتنا بھی عرفان ہے اور اپنے بڑوں کا تجربہ ملا کر میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ قرآن کریم سے باہر ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہیں۔

اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے مدد کے لئے بہت سے وسائل پیدا فرما دیئے ہیں، اپنی تربیت اور خلافت سے مضبوط تعلق کے لئے ہر احمدی کو ایم ٹی اے سننے کی ضرورت ہے، تبلیغ کی غرض سے دوسروں کے جماعتی ویب سائٹ سے تعارف کروانا چاہئے، حضور کو بہت سے خط آتے ہیں کہ جب سے ہم نے ایم ٹی اے پر خطبات ہی باقاعدہ سننے شروع کئے ہیں، ہمارا جماعت سے تعلق مضبوط ہو رہا ہے اور ہمارے ایمانوں میں مضبوطی پیدا ہو رہی ہے، پس آج کل ایم ٹی اے اور جماعت کی ویب سائٹ الاسلام تبلیغ اور تربیت کا بہت اچھا ذریعہ ہیں۔

بعض لوگ لکھتے ہیں کہ ہم نے بڑی عبادت کی، بڑی دعائیں کیں، ہمیں ہمارے مقصد نہیں حاصل ہو سکے، ہماری دعائیں قبول نہیں ہوئیں۔ ان کو بھی یہ سمجھ لینا چاہئے کہ یا تو جس حد تک جانا چاہئے وہاں تک نہیں پہنچے یا پھر انہوں نے منزل تو مقرر کر لی لیکن راستہ غلط لے لیا۔ اس پر ایک دعا کرنے والے کو غور کرنا چاہئے کہ راستہ بھی صحیح ہو اور جتنی محنت چاہئے وہ بھی ضروری ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرمایا کرتے تھے کہ کیمیا گر جب ناکامیاب رہتا ہے تو کہتا ہے کہ ایک آنچ کی کسر رہ گئی گویا وہ کیمیا بننے سے ناامید نہیں ہوتا بلکہ اپنی کوشش کا نقص قرار دیتا ہے۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ کبھی تدبیر کو بھی نہیں چھوڑنا۔ تدبیر بھی دعا کے ساتھ ضروری ہے۔ تدبیر اور دعا مستقل مزاجی سے کرتے رہنا اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو کھینچتا ہے۔ تدبیر کا دعا کے ساتھ ہونا بہت ضروری ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے تھے کہ تدبیر کا دعا کے ساتھ نہ ہونا بالکل غلط چیز ہے اور ایسے شخص کی دعا اس کے منہ پر ماری جاتی ہے جو صرف دعا کرتا ہو اور تدبیر نہ کرتا ہو۔ جو تدبیر اور دعا کو ساتھ نہیں رکھتا اس کی دعا نہیں سنی جاتی کیونکہ دعا کے ساتھ تدبیر کا نہ کرنا خدا تعالیٰ کے قانون کو توڑنا اور اس کا امتحان لینا ہے اور خدا تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ بندے اس کا امتحان لیں۔

محترم قمر ضیاء صاحب شہید کی شیخوپورہ پاکستان میں شہادت۔

11/مارچ 2016ء

شیطان انسان کا ازل سے دشمن ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ یہ اس لئے نہیں کہ اس میں ہمیشہ رہنے کی کوئی طاقت ہے بلکہ اس لئے کہ انسان کے پیدا ہونے پر اللہ تعالیٰ نے اسے یہ اختیار دیا تھا کہ وہ آزاد ہے۔ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ اس کے بندے شیطان کے حملے سے محفوظ رہیں گے، شیطان کی یہ دشمنی کوئی کھلی دشمنی نہیں ہے کہ سامنے آ کے لڑ رہا ہے بلکہ مختلف حیلوں بہانوں سے، مکر و فریب سے، دنیاوی لالچوں کے ذریعے سے انسان کی اناؤں کو ابھارتے ہوئے انسانوں کو نیکیوں سے دور لے جاتا ہے اور برائیوں کے قریب کر دیتا ہے۔

قرآن کریم میں متعدد جگہ خدا تعالیٰ نے ہمیں شیطان کے حملوں اور اس کے حیلوں اور مکروں سے ہوشیار کیا، تلاوت کی گئی آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ شیطان ہمیشہ انسان کے پیچھے پڑا رہتا ہے، اس نے جب خدا تعالیٰ کو کہا کہ میں اس کے دائیں بائیں آگے پیچھے سے حملہ کروں گا تو پھر اس نے بڑی مستقل مزاجی سے یہ حملے کرنے تھے اور کرتا ہے، حتیٰ کہ شیطان یہ بھی کہتا ہے کہ میں صراط مستقیم پر بیٹھ کر انسان پر حملے کروں گا۔ اب ایک شخص سمجھتا ہے کہ میں صراط مستقیم پر چل رہا ہوں تو میں شیطان کے حملے سے بچ گیا ہوں تو یہ خیال ایسے

شخص کی غلط فہمی ہے۔ جن پر خدا تعالیٰ کا غضب نازل ہوا اور وہ ضالین بنے، پہلے وہ بھی صراط مستقیم پر چلنے والے تھے۔

بعض لوگوں کے دل میں خیال پیدا ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو بنایا کیوں، پہلے دن اس کی بے باکی پر اس کو سزا دے کر ختم کیوں نہ کر دیا، حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: یہ بات ہر ایک کو ماننی پڑتی ہے کہ ہر ایک انسان کے لئے دو جاذب موجود ہیں، ایک جاذب خیر ہے جو نیکی کی طرف اسے کھینچتا ہے اور دوسری جاذب شر ہے جو بدی کی طرف کھینچتا ہے، بسا اوقات انسان کے دل میں بدی کے خیال پڑتے ہیں اور وہ ایسا بدی کی طرف مائل ہوتا ہے کہ گویا اس کو کوئی بدی کی طرف کھینچ رہا ہے اور پھر بعض اوقات نیکی کے خیالات اس کے دل میں پڑتے ہیں اور وہ ایسا نیکی کی طرف مائل ہوتا ہے کہ گویا اس کو کوئی کھینچ رہا ہے۔

مخفی گناہوں سے بچنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں، جب کوئی مصائب میں گرفتار ہوتا ہے تو قصور آخر میں بندے کا ہی ہوتا ہے، مصیبتوں میں گرفتار ہونے کے بعد کہنا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے مصیبت آگئی غلط ہے، قصور بہر حال بندے کا ہی ہوتا ہے۔

بعض لوگ تو بظاہر بہت نیک معلوم ہوتے ہیں اور انسان تعجب کرتا ہے کہ اس پر کوئی تکلیف کیوں وارد ہوئی یا کسی نیکی کے حصول سے کیوں محروم رہا لیکن دراصل اس کے مخفی گناہ ہوتے ہیں جنہوں نے اس کی حالت یہاں تک پہنچائی ہوئی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ چونکہ بہت معاف کرتا ہے اور درگزر فرماتا ہے اس واسطے انسان کے مخفی گناہوں کا کسی کو پتہ نہیں چلتا۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ سچا مسلمان وہ ہے اور معتقد وہ ہوتا ہے جو پیغمبروں کا مظہر بنے، صحابہ کرامؓ نے اس مضمون کو خوب سمجھ لیا تھا اور وہ نبی کریم ﷺ کی اطاعت میں ایسے گم ہوئے اور کھوئے گئے کہ ان کے وجود میں کچھ باقی رہا ہی نہیں تھا، جو کوئی ان کو دیکھتا تھا ان کو محویت کے عالم میں پاتا تھا، آنحضرت ﷺ کے اسوہ کو اپنانے میں ڈوبے ہوئے تھے، پس یاد رکھو اس زمانے میں بھی محویت میں اور اطاعت میں وہ گمشدگی پیدا نہ ہوگی جو صحابہ کرامؓ میں پیدا ہوئی تھی۔

18/مارچ 2016ء

ماں باپ بعض اوقات بچوں کو غلط کام کرنے پر بے انتہا سختی کرتے ہیں اور بعض لوگ بچوں کی غلطیوں پر اتنی زیادہ صرف نظر کرتے ہیں کہ بچے کی نظر میں اچھے اور برے کی تمیز مٹ جاتی ہے اور یہ دونوں باتیں بچے کی تربیت پر برا اثر ڈالتی ہیں، زیادہ سختی اور بات بات پر بلاوجہ بغیر دلیل کے روکنا ٹوکنا بچوں کو باغی بنا دیتا ہے اور پھر وہ ایک عمر کے بات جائز بات کی بھی پرواہ نہیں کرتے، اسی طرح بچے کی ہر معاملے میں ناجائز طرف داری بھی بچوں کی تربیت پر برا اثر ڈالتی ہے، خاص طور پر ایسے بچے جو بچپن سے نکل کر جوانی میں قدم رکھ رہے ہوں، ان کو والدین اور خاص طور پر باپوں کے رویے خراب کرتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا: پس ان لوگوں پر واضح ہو جانا چاہئے جو یہ کہتے ہیں کہ ایم ٹی اے پر پروگراموں میں میوزک آجائے تو کوئی حرج نہیں یا وائس آف اسلام ریڈیو جو شروع ہوا ہے اس پر بھی آجائے تو کوئی حرج نہیں۔ ان باتوں اور بدعات کو ختم کرنے کے لئے حضرت مسیح موعودؑ آئے تھے۔ ہمیں اپنی سوچوں کو اس طرح ڈھالنا ہوگا جو آپؑ کا مقصد تھا۔ نئی ایجادات سے فائدہ اٹھانا حرام نہیں لیکن ان کا غلط استعمال انہیں غلط بنا دیتا ہے۔ بعض لوگ یہ تجویز بھی دیتے ہیں کہ ڈرامے کے رنگ میں تبلیغی یا تربیتی پروگرام بنائے جائیں، انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ غلط پروگراموں سے سو قسم کی بدعات خود بخود داخل ہو جائیں گی۔

خطبہ الہامیہ کے دوران حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت مسیح موعودؑ کو جس طرح دیکھا اسے بیان کرتے ہوئے آپؓ فرماتے ہیں: آپؑ کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپؑ عربی میں عید کا خطبہ پڑھیں، آپؑ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے علم دیا جائے گا، آپؑ نے اس سے پہلے کبھی عربی میں تقریر نہ کی تھی لیکن جب تقریر کرنے کے لئے اور تقریر شروع کی تو مجھے خوب یاد ہے گو میں چھوٹی عمر میں ہونے کی وجہ سے عربی نہ سمجھ سکتا تھا مگر آپؑ کی ایسی خوبصورت اور نورانی حالت بنی ہوئی تھی کہ میں اول سے آخر تک برابر تقریر سنتا رہا حالانکہ ایک لفظ بھی سمجھ نہ سکتا تھا۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں: امام کی آواز کے مقابلے میں افراد کی آواز کوئی حقیقت نہیں رکھتی، تمہارا فرض ہے کہ جب بھی تمہارے کانوں میں خدا تعالیٰ کے رسول کی آواز آئے، تم فوراً اس پر لبیک کہو اور اس کی تعمیل کے لئے دوڑ پڑو کہ اسی میں تمہاری ترقی کا راز مضمر ہے بلکہ اگر انسان اس وقت نماز پڑھ رہا ہو تب بھی اس کا فرض ہے کہ وہ نماز توڑ کر خدا تعالیٰ کے رسول کی آواز کا جواب دے، حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ہمارے ہاں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس قسم کی مثالیں بھی پائی جاتی ہیں۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں ایک وقت میں وہابی فرقہ کا یہ فتویٰ تھا کہ ہندوستان میں جمعہ کی نماز ہو سکتی ہے لیکن حنفیوں کے نزدیک ہندوستان میں جمعہ کی نماز جائز نہیں کیونکہ وہ کہتے تھے کہ جمعہ پڑھنا اس وقت جائز ہوتا ہے جب مسلمان سلطان ہو، بادشاہ مسلمان ہو، جمعہ پڑھانے والا مسلمان قاضی ہو اور جہاں جمعہ پڑھا جائے وہ شہر ہو، ہندوستان میں انگریزی حکومت کی وجہ سے نہ مسلمان سلطان رہا تھا نہ قاضی اس لئے وہ جمعہ کی نماز پڑھنا جائز نہیں سمجھتے تھے، ادھر وہ قرآن کریم میں لکھا ہوا پاتے تھے کہ جب تمہیں جمعہ کے لئے بلایا جائے تو تمام کام چھوڑ کر جمعہ کے لئے چل پڑو اس لئے ان کے دلوں میں اطمینان نہ تھا۔

عبد النور جبی صاحب کی ملک شام میں وفات۔

25/مارچ 2016ء

مارچ 23 کا دن جماعت احمدیہ میں بڑا اہم دن ہے، اس دن اللہ تعالیٰ نے جو آنحضرت ﷺ سے ایک وعدہ فرمایا تھا وہ پورا ہوا اور آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی پوری ہوئی اور اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کے دور کا آغاز ہوا، اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ کو مسیح موعودؑ اور مہدی موعودؑ کے اعلان کرنے کی اجازت دی، جنہوں نے جہاں خدا تعالیٰ کی وحدانیت کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے براہین و دلائل پیش کرنے تھے وہاں دین اسلام کی برتری تمام ادیان پر کامل اور مکمل دین ثابت کرنی تھی اور اللہ تعالیٰ کے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبت سے دلوں کو بھرنا تھا۔ پس ہمارا سب سے بڑا فرض ہے کہ خدا تعالیٰ سے تعلق میں بڑھیں، دنیا کو بتائیں کے مسیح موعودؑ کی آمد کے ساتھ مذہبی جنگوں کا خاتمہ ہو چکا ہے، اور دنیا کے امتِ واحدہ بنانے کے لئے آنحضرت ﷺ کا یہ غلامِ صادق ہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں کے لباس میں بھیجا ہے۔ آپؑ کے مشن کے مطابق اسلام کی خوبصورت تعلیم اور اس کی سچائی ہم نے دنیا پر واضح کرنی ہے اور اس کے لئے ہمیں اپنے عملوں کو بھی نمونہ بنانا ہو گا، روحانیت میں بڑھنے کے نمونے بھی ہمیں قائم کرنے ہوں گے، اپنی نفسانی خواہشات کو دور کرنا ہو گا، دنیا کو دکھانا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ آج بھی اپنے بندوں کی دعاؤں کو سنتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا: یہ اسلام کے نام پر جو حملے ہوتے ہیں یہ اسلام کی حمایت نہیں ہیں بلکہ بدنامی کا ذریعہ ہیں اور معصوموں کا قتل اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا ذریعہ بن رہے ہیں، گزشتہ دنوں میں جو بیلجیئم میں معصوموں کا قتل ہؤا، یہ دہشت گردی جو ہوئی ہے اس سے درجنوں معصوم قتل ہوئے ہیں اور سینکڑوں زخمی بھی ہوئے ہیں، یہ کبھی بھی خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے نہیں ہو سکتے۔ اس زمانے میں جبکہ حضرت مسیح موعودؑ نے کھل کر بتا دیا ہے کہ اب دین کے لئے جنگ و جدل حرام ہے، یہ حرکتیں خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث بن رہی ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کا صلیب سے زندہ اتر آنے اور اس حادثہ سے زندہ بچ جانے کا بھی قرآن کریم میں صحیح اور یقینی علم دیا گیا ہے مگر افسوس ہے کہ پچھلے ہزار برس میں جہاں اسلام پہ اور بہت سی آفتیں آئیں وہاں یہ مسئلہ بھی تاریکی میں پڑ گیا اور مسلمانوں میں بدقسمتی سے یہ خیال راسخ ہو گیا کہ حضرت مسیحؑ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور وہ قیامت کے قریب آسمان سے اتریں گے مگر اس چودھویں صدی میں خدا تعالیٰ نے مجھے مامور کر کے بھیجا تا کہ میں اندرونی طور پر جو غلطیاں مسلمانوں میں پیدا ہو گئی ہیں ان کو دور کروں اور اسلام کی حقیقت دنیا پر ظاہر کروں۔

حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا: گزشتہ دنوں 23 مارچ کے حوالہ سے بعض لوگ ایک دوسرے کو میسجز کے ذریعے سے فون پر مبارک باد دے رہے تھے، اگر تو اس نیت سے مبارک باد دیں تھیں کہ ہم نے حضرت مسیح موعودؑ کو مانا اور اس بات پر شکر ادا کیا کہ آپؑ کو ماننے سے ہم ان ہدایت یافتہ مسلمانوں میں شامل ہو گئے جو دین کے مددگار اور اس کی خوبیوں کو دنیا میں پھیلانے والے ہیں تو یقیناً یہ مبارک باد دینا ان مبارک باد دینے والوں کا حق تھا اور اس میں کوئی حرج نہیں اور اس میں کوئی بدعت بھی نہیں۔

محمودہ سعدی صاحبہ کی وفات، نورالدین چراغ صاحب کی وفات، سیدہ مبارکہ بیگم صاحبہ کی وفات۔

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضور انور کے روح پرور خطبہ جمعہ فرمودہ 29 مئی 15ء کے بعد

دوسری قدرت

ہمیشہ نفس کو اپنے کھنگال کر رکھنا
جو آئے وسوسہ اس کو نکال کر رکھنا

جو آسماں سے اتری تھی **دوسری قدرت**
یہ اک عظیم ہے نعمت سنبھال کر رکھنا

یہ ایک **نورِ خدا** ہے اسی سے فیض لیے
تمام زیست کو مالا مال کر رکھنا

مرے عزیزو، بزرگو، بھائیو، بہنو!
دلوں میں جذبۂ طاعت کو پال کر رکھنا

اٹھائے سر شرِ شیطان تو یہ یاد رہے
اسے **مسلنا**، کچلنا، پائمال کر رکھنا

بقاء اسی میں ہے مضمر ہماری نسلوں کی
دعا کے دیپ ہمیشہ اجال کر رکھنا

ہے امن و عافیت کا یہی حصار **ظفر**
ہر ایک خطرہ میں اس کو ہی ڈھال کر رکھنا

29/5/15
مبارک احمد ظفر

برکات خلافت کا ظہور: آسمانی تائید و نصرت کے آئینہ میں

از قلم: حضرت مولانا محمد حفیظ صاحب بقاپوری درویش سابق ایڈیٹر اخبار بدر قادیان و سابق پرنسپل جامعہ احمدیہ قادیان

پیشکش: عبد الباسط قمر بقاپوری کینیڈا

پاکستان میں 1953 میں جب جماعت احمدیہ کی شدید مخالفت ہوئی تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے خلافت احمدیہ کی برکت سے آسمانی تائید و نصرت کے جو نظارے جماعت احمدیہ کے حق میں ظاہر فرمائے اور جس کو غیروں نے بھی تسلیم کیا اور اس پر قلم اُٹھائی۔ اسی تاریخی دور کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مولانا محمد حفیظ صاحب بقاپوری اخبار بدر قادیان 21 فروری 1954 کے شمارہ میں اپنے ایک ادارتی مضمون باعنوان ''نصرت و تائید الٰہی کا کرشمہ'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت امام جماعت احمدیہ (حضرت مصلح موعود۔ ناقل) ایدہ اللہ تعالیٰ کی پیدائش جہاں خدا تعالیٰ کی خاص بشارات کے ماتحت ہوئی، وہاں حضور کا اس برگزیدہ جماعت کا امام مقرر ہونا بھی اس عظیم الشان پیشگوئی کا حصہ ہے جس کا ذکر گذشتہ پرچہ میں تفصیلی طور پر کیا جاچکا ہے اس جگہ اس عظیم الشان پیشگوئی سے مراد حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی 20 فروری 1886 والی پیشگوئی ہے جس میں ایک ایسے جلیل القدر بیٹے کے پیدا ہونے کی خبر دی گئی ہے جس کے ذریعہ دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ پس بلحاظ آپکے متعلق ذوالعرش خدا نے پیشگوئی فرمائی اور اُس کے تصرفات خاصہ کے ماتحت منصب امامت و خلافت آپ کے سپرد کیا گیا تو ضروری تھا کہ حسب دستور آپ کی بھی مخالفت ہوتی۔ چنانچہ حضرت امام ہمام ایدہ اللہ تعالیٰ جونہی مسند خلافت و امامت پر متمکن ہوئے، مخالفت کی آندھیاں چلنے لگیں، حتّٰی کہ بعض اوقات یہ آندھیاں خطرناک طوفان کی صورت اختیار کر جاتی رہیں۔ مگر محض تائید الٰہی سے ایسے خوفناک اوقات میں آپ جماعت کی کشتی کو ایسی عمدگی سے پار لے جانے میں کامیاب رہے کہ طوفان برپا کرنے والوں کو خائب و خاسر ہونا پڑا۔ اس قسم کا تجربہ نہ صرف ایک دو دفعہ بلکہ متعدد بار کیا گیا اور ہر بار خدا تعالیٰ کی خاص نصرت و تائید حضرت امام ہمام کے شامل حال رہی۔ 1952 میں پاکستان کے اندر مخالفت کے کچھ بادل اُٹھے۔ مگر جس خطرناک اور منظم صورت میں وہ طوفان اُٹھا جو 1953 کے مارچ میں مغربی پاکستان بالخصوص خطہ پنجاب میں ظاہر ہوا۔ وہ بہت ہی ہیبت ناک تھا۔ حکومت کے بعض کل پرزے اور عوام سبھی اس مٹھی بھر جماعت کو برباد کرنے کا مصمم ارادہ کر چکے تھے۔ چنانچہ بموجب مِنْ عِنْدِهِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ یہ فتنہ بھی علماء نے اُٹھایا اور انہیں کی طرف سے 22 فروری کی تاریخ مقرر کی گئی کہ اگر ہمارے مطالبات نہ مانے گئے تو پاکستان کے احمدیوں اور غیر احمدیوں کے درمیان وہی حالات رونما ہو جائیں گے۔ جو ہندوستان میں مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان ہوئے۔ چنانچہ اس نوٹس پر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے جہاں حکام وقت کو متنبہ کیا وہاں اپنی جماعت کو بھی ہوشیار رہنے اور صداقت کے لئے ہر قسم کی قربانی پیش کرنے کی تلقین کی۔ آپ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 13 جنوری 1953 میں ان امور کا ذکر کرتے ہوئے آخر میں ہر باخدا انسان کی طرح اپنے تمام تر امور کا بھروسہ خدا پر ظاہر کیا اور اپنے ایمان اور یقین کا اظہار ان الفاظ میں کیا۔ جو ایک پہلو سے آئندہ ظاہر ہونے والے واقعات کے لئے پیشگوئی کا رنگ رکھتے ہیں:۔

''یاد رکھو اگر تم نے احمدیت کو سچا سمجھ کر ماناہے، تو تمہیں یقین رکھنا چاہیے کہ احمدیت خدا تعالیٰ کی قائم کی ہوئی ہے مودودی، احراری اور ان کے ساتھی اگر احمدیت سے ٹکرائیں گے تو ان کا حال اُس شخص کا سا ہو گا جو پہاڑ سے ٹکراتا ہے۔ اگر یہ لوگ جیت گئے تو ہم جھوٹے ہیں۔ لیکن اگر ہم سچے ہیں، تو یہی لوگ ہاریں گے انشاء اللہ تعالیٰ و باللہ التوفیق۔'' (بدر قادیان 28 فروری 1953)

حسب نوٹس یہ فتنہ اُٹھا اور اپنی پوری شدت سے اُٹھا، متعدد مقامات میں جہاں کوئی احمدی ملا، عوام کے ہاتھوں پٹا اور متعدد مقامات پر جائیدادوں کو نقصان پہنچا اور بعض افراد کو جام شہادت بھی نوش کرنا پڑا۔ گویا ایک آگ تھی جو خطۂ پنجاب میں شعلہ زن تھی۔ یکم مارچ کو الفضل بند کر دیا گیا۔ اس کی جگہ لاہور سے ہفت روزہ اخبار 'فاروق' جاری ہوا۔ جس کے پہلے نمبر میں حضرت امام جماعت احمدیہ نے ایک مختصر اور درد بھرا پیغام جماعت کے نام شائع فرمایا۔ جس میں ایسے نازک حالات میں بھی اپنے محکم یقین کا اظہار فرمایا:

''الفضل کو ایک سال کے لئے بند کر دیا گیا ہے احمدیت کے باغ کو جو ایک

ہی نہر لگتی تھی اُس کا پانی روک دیا گیا ہے پس دعائیں کرو اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو اس میں سب طاقت ہے۔۔۔۔۔۔ آپ بھی دعا کرتے رہیں۔ میں بھی دعا کرتا ہوں، انشاء اللہ فتح ہماری ہے۔ کیا آپ نے گزشتہ چالیس (40) سال میں کبھی دیکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے چھوڑ دیا؟ تو کیا اب وہ مجھے چھوڑ دے گا؟ ساری دنیا مجھے چھوڑ دے۔ مگر وہ انشاء اللہ مجھے کبھی نہیں چھوڑے گا۔ سمجھ لو کہ وہ میری مدد کے لئے دوڑتا آرہا ہے۔ وہ میرے پاس ہے وہ مجھ میں ہے۔ خطرات ہیں اور بہت ہیں مگر اسکی مدد سے سب دور ہو جائیں گے۔ تم اپنے نفسوں کو سنبھالو اور نیکی اختیار کرو۔ سلسلہ کے کام خدا خود سنبھالے گا۔53/3/3" (بدر قادیان 14مارچ1953)

فتنہ ابھی زوروں پر تھا تو آپ نے ایک بلیٹین کے ذریعہ مورخہ 53/3/5 کو روحانیت سے لبریز پیغام جماعت کے نام ارسال فرمایا۔ جس میں فرمایا:

"آپ لوگ صبر سے کام لیں دعاؤں میں لگے رہیں۔ فتنوں کی جگہوں سے بچیں۔ ایک دوسرے کی خبر لیتے رہیں۔ مرکز سے تعلق بڑھانے چاہئیں۔ افسروں سے تعاون کریں اور خدا تعالیٰ پر پورا توکل کریں کہ وہ جو آخر تک صبر سے کام لے گا اور ایمان پر قائم رہے گا، وہی دائمی جنت کا وارث ہو گا اور خدائے تعالیٰ کا قرب حاصل کرے گا۔ خوش قسمت ہو تم کہ جنت تمہارے قریب کی گئی ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل کے دروازے تمہارے لئے کھول دئے گئے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے فرشتے تمہارے لئے اتر رہے ہیں اور ان کی نصرت بارش کی طرح برس رہی ہے۔ جس کی آنکھیں ہیں۔ وہ دیکھتا ہے۔ جو اندھا ہے، اُسے تو کچھ بھی نظر نہیں آتا، تم اپنی آنکھیں کھولو اور خدا تعالیٰ کے فضلوں کو دیکھو۔ تم سے پہلے لوگ تم سے بہت زیادہ مصیبتوں کا شکار ہوئے مگر انہوں نے اُف تک نہ کی اور ہمت سے آگے بڑھ گئے۔ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کی گود میں انہوں نے جگہ پائی۔ تمہارے لئے بھی وہی برکتیں ہیں، صرف آگے بڑھنے اور اٹھانے کی ضرورت ہے۔ خدا تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے۔"(بدر 28مارچ1953)

اس جگہ ان واقعات کو دہرانے کی ضرورت نہیں جو ان۔۔ ایام میں اس سر زمین کے اندر رونما ہوئے جس سے متاثر ہو کر مسلمانوں کے سمجھ دار طبقہ نے نہ صرف پاکستان سے بلکہ دنیا کے ہر خطہ سے مخالفین احمدیت کی غنڈہ گردی اور ظلم کی مذمت کی اور ہندوستان کے متعدد اخبارات نے اس پر مقالے لکھے۔

باوجودیکہ یہ وقت جماعت پر سخت ابتلاء کا تھا۔ خدا تعالیٰ نے جماعت کو ہر طرح ثابت قدم رکھا۔ اور باوجود بعض افراد کی جانی اور بہت سی مالی قربانی کے، ان کے ایمان پہلے سے زیادہ پختہ ہوئے اور وہ اپنے اخلاص اور محبت میں آگے ہی بڑھے۔

آخر حالات نے پلٹا کھایا اس جماعت کو اپنے ہاتھ سے قائم کرنے والے خدا نے اُسے طوفان سے بچانے کے سامان کر دئے اور مخالفت پر کمربستہ افراد کیفر کردار کو پہنچنے لگے۔ لاہور میں مارشل لاء لگا اور بموجب الہام الٰہی

قادر کے کاروبار نمودار ہو گئے
کافر جو کہتے تھے وہ گرفتار ہو گئے

اس فتنہ عظیم کے بانی مبانی علماء گرفتار کئے جانے لگے اور سرزمین پنجاب نے پھر سے چین کا سانس لیا۔ حکومت کی طرف سے ان فسادات کی پڑتال کے لئے ایک کمیشن مقرر کیا گیا۔ تمام سرکردہ علماء کے بیان قلمبند کئے جانے لگے۔ گویا خدا تعالیٰ کی طرف سے ان فتنہ انگیز افراد کی ذلت اور اہانت کے وہ سامان کئے جانے لگے، جس کے وہ مستحق تھے۔ چنانچہ یکے بعد دیگرے عدالت کے سامنے ان کے بیانات ہوئے۔ شائع ہونے پر سنجیدہ طبع افراد نے اس پر غور کیا اور بالآخر رہبران قوم کی بے بضاعتی اور سفلہ پن کے معترف ہوئے۔ چنانچہ اخبار صدق جدید لکھنؤ کے حوالہ سے جمیعۃ العلماء ہند کے ایک متوسل خصوصی کے قلم سے حسب ذیل اعتراف ملاحظہ ہو:

"پاکستان کو تو چھوڑیئے اینٹی احمدیہ تحریک نے علماء کرام کو اپنوں اور غیروں کی نظر میں اس قدر ذلیل اور رسوا کیا ہے کہ مجموعی حیثیت سے اس کی کوئی نظیر تاریخ میں نہیں مل سکتی حق یہ ہے کہ پاکستان کے علماء نے اپنی گردنیں خود اپنے ہاتھوں سے کاٹی ہیں اور اپنے وقار پر خود ہی خاک اڑائی ہے۔ لطف یہ ہے اس حادثہ کا اعتراف دوسرے لوگ تو کرلیں گے، خود علماء کرام ہرگز نہ کریں گے۔۔۔۔۔۔ لاہور میں جو تحقیقاتی کمیشن علماء کرام سے شہادتیں لے رہا ہے۔ اس نے نہ صرف علماء کے وقار ہی کو بلکہ علم و فضل کو بھی بے نقاب کر ڈالا ہے۔ شہادت دینے گئے تھے اس بات کی کہ قادیانی کافر ہیں اور بتا یہ آئے کہ خیریت سے وہ خود بھی دوسروں کی نظر میں کافر ہی قرار پائے ہیں اور وہ تکفیر بازی کی مشق آپس میں ہی ہمیشہ سے کرتے آئے ہیں۔۔۔۔۔" (صدق جدید لکھنؤ 8جنوری1954)

تصویر کا دوسرا رُخ دیکھئے

ذلت ہیں چاہتے، یہاں اکرام ہوتا ہے
کیا مفتری کا ایسا ہی انجام ہوتا ہے

1952ء کی مخالفت کے بعد جب ربوہ میں جلسہ سلانہ منعقد ہوا تو حسب دستور اس جلسہ پر بھی ہزاروں عقیدت مند احمدیوں کے علاوہ متعدد غیر احمدی بھی شریک جلسہ ہوئے چنانچہ ہفت روزہ ''اقدام'' لاہور میں حضرت امام جماعت احمدیہ کی تقریر کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچتے ہیں:

''مرزا صاحب نے ساڑھے چار گھنٹے کی تقریر میں جماعتی تنظیم کے علاوہ ملکی اور عالمی سیاست کے ہر اہم مسئلہ پر روشنی ڈالی اور بالخصوص احمدیت کے سر پھرے مخالفین کی طرف سے جو اعتراضات کئے یا بقول مرزا صاحب جو جھوٹے الزامات لگائے جاتے ہیں ان کے انہوں نے وہ بخیئے اُدھیڑے کہ مجمع پر کیفیت کا عالم طاری ہو گیا اور سامعین کے چہروں پر ایسی بشاشت نظر آنے لگی گویا مخالفتوں کے شور اور مشکلات کے پہاڑ اٹھانے ان کے لئے پہلے سے بھی زیادہ آسان ہو گئے ہیں۔۔۔۔۔ اس تقریر کے بعد یوں معلوم ہوتا تھا کہ ایثار و وفا کے یہ پتلے اب پہلے سے بھی زیادہ مضبوط ہو گئے ہیں۔ اور یہ کہ ان میں ایک نئی روح پھونک دی گئی۔''

''میں جس قدر بھی مجمع کی کیفیت کا مطالعہ کرتا تھا اسی قدر میرا یہ احساس بڑھتا جا رہا تھا کہ مولویوں کی مخالفت نے انہیں زیادہ راسخ عقیدہ بنا دیا ہے۔ اور یہ اپنے ارادوں میں اور زیادہ پختہ ہو گئے ہیں۔ اور ان کے حوصلے نہ صرف بڑھے ہیں، بلکہ بڑھتے ہی جا رہے ہیں۔۔۔۔''

''میرے دل نے کہا اے کاش ہمارے علماء جذباتی نعرے لگانے اور کانفرنسوں سے ہمارا لہو گرمانے کی بجائے ٹھوس بنیادوں پر اس جماعت کا مقابلہ کریں۔ لیکن ٹھوس بنیادوں پر مقابلہ خالہ جی کا گھر نہیں۔ اس کے لئے منفی قسم کی جدوجہد کی بجائے خاص مثبت نوعیت کے عمل کی ضرورت ہے۔''

''یعنی جو احمدی لوگ سرانجام دے رہے ہیں اُسے ہم یا ہمارے مولوی صاحبان سرانجام دے رہے ہوں۔ ان کا ایک مشن قائم ہے تو اس کے مقابلے میں ہمارے دس مشن ہونے چاہئیں۔ جو ان کے تبلیغی کاروبار کو تہس نہس کر کے رکھ دیں۔ لیکن اس کے لئے روپے سے زیادہ عزم و استقلال اور جذبہ قربانی کی ضرورت ہے اور وہ ہم میں مفقود ہے، چندے کی اپیلیں بہت ہیں اور کام کی سبیلیں کوئی نہیں۔ نعرے جتنے چاہو لگوا لو لیکن عمل کے نام پر میدان صاف ہے۔'' (اقدام لاہور 5 جنوری 1953)

1953ء کی طوفانی مخالفت کے بعد بھی ایسے ہی سنجیدہ مزاج افراد کو بھی جلسہ سالانہ میں شرکت کا موقع ملا۔ چنانچہ ہفت روزہ تنظیم پشاور کے ایڈیٹر صاحب نے اپنے تاثرات 4 جنوری 1954 کے پرچہ میں بایں الفاظ شائع کئے:۔

''ہم نے گولڑہ شریف کے عرسوں میں شرکت کی ہے۔ تقریریں سنی ہیں۔ قوالیاں سنی ہیں۔ حسب مراتب مہمان نوازیاں دیکھی ہیں۔ لیکن جو عملی تڑپ عملی نقل و حرکت، عملی ولولہ ایک چھوٹی سی جماعت احمدیہ کے اندر ہے وہ ہم نے گولڑہ شریف کے جم غفیر میں بھی نہیں دیکھی۔ ہم اگر یہ تجویز پیش کریں تو کون مانے گا کہ گولڑہ شریف، بسالی شریف، خواجہ حسن نظامی اور سب بزرگ مل کر ایک کانفرنس منعقد کریں۔ جس میں جماعت احمدیہ کے ساتھ ان باتوں کا تصفیہ کریں جو مابہ الاختلاف ہیں اور پھر ایک متوازن شکل میں خدمت قرآن کریں۔ ہم نے خود پانچ منٹ حضرت بشیر الدین محمود صاحب سے ملاقات کی انہیں معلوم تھا کہ میرا مرید نہیں ہے انہیں معلوم تھا کہ جماعت کے وابستگان کے سلسلہ میں اس کا نام نہیں ہے۔ لیکن انہوں نے جن خیالات کا اظہار فرمایا اس میں اسلام اور دین محمد علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے سچی تڑپ، سچی عقیدت اور سچی رہنمائی کے آثار نظر آرہے تھے۔''

اسی پرچہ میں دوسری جگہ حضرت امام ہمام ایدہ اللہ تعالیٰ کے تحقیقاتی عدالت کے روبرو بیان درج ہیں۔ پڑھنے والے خود اندازہ کر سکتے ہیں۔ پیش کردہ سوالات کو حضور نے کس عمدگی مگر نہایت سادگی سے حل کیا ہے۔ حتّٰی کہ بعض سوالات کے جوابات میں بمقابلہ دیگر علماء کے آپ نے اصل اسلامی نظریات ایسے انداز سے پیش فرمائے ہیں جس سے اسلام کی سربلندی اور اس کی فتح ظاہر ہوتی ہے اور مخالفینِ اسلام کے متعدد اعتراضات خود بخود ہی دور ہو جاتے ہیں۔

بہر حال پاکستان میں مخالفت کا طوفان جہاں وقتی طور پر جماعت احمدیہ کے ابتلاء کا موجب ہوا وہاں جماعت کے ایمان کو بہت زیادہ بڑھانے کا باعث بنا۔ کیونکہ ہر احمدی نے دیکھ لیا کہ کس طرح دشمن پہاڑ سے ٹکرایا اور چکنا چور ہو گیا اور احمدیت کو فتح نصیب ہوئی۔ خواہ مخالف مولوی زبان سے اس کا اعتراف نہ کرے۔ مگر اُس کا دل ضرور گواہی دیتا ہے کہ خدا کے مقدس خلیفہ کے یہ الفاظ سچے ثابت ہوئے کہ:

”احمدیت خدا تعالیٰ کی قائم کی ہوئی ہے مودودی، احراری اور ان کے ساتھی اگر احمدیت سے ٹکرائیں گے تو ان کا حال اُس شخص کا سا ہوگا جو پہاڑ سے ٹکراتا ہے۔ اگر یہ لوگ جیت گئے تو ہم جھوٹے ہیں۔ لیکن اگر ہم سچے ہیں، تو یہی لوگ ہاریں گے انشاء اللہ تعالیٰ وباللہ التوفیق۔“

(منقول از اخبار بدر قادیان 21 فروری 1954 صفحہ 11,9,8)

خلیفہ اور خلافت

طارقؔ احمد مرزا۔ آسٹریلیا

مظہرِ قدرتِ خُدا ہے وہ
بخدا سچ، کہ با خدا ہے وہ

امن صورت، خدا کی پرچھائیں
اپنی ڈھارس وہی، دعا ہے وہ

ہے سفینہ سجا سَر جُودیؔ
جو ہے اس میں فقط بچا ہے وہ

یعنی ”الدّار“ کی حفاظت کا
جو چلا تھا یہ سلسلہ ہے وہ

ورنہ غرقاب ہو چکے ہوتے
کشتیٔ نوح ہے، ناخدا ہے وہ

اُن میں ہوں پر کہاں میں اُن جیسا
جن کے اعمال کی جزا ہے وہ

عالمِ آب و گِل جو ہے روشن
اس میں ربّ کا دیا دِیا ہے وہ

رمضان المبارک

صادق باجوہ۔میری لینڈ

خزانے رحمتوں کے بانٹنے ماہِ صیام آیا
لئے دامن میں فضلوں کو مہِ عالی مقام آیا
مبارَک ہے جو قرآں کے اترنے کا مہینہ ہے
گناہوں کے سمندر سے نکلنے کا سفینہ ہے
رضا جُوئی کا جذبہ ذہنِ انساں میں جگاتا ہے
دُکھوں کو بانٹ لینے کا سلیقہ بھی سکھاتا ہے
یہی انساں کو ہمدردی و غمخواری سکھاتا ہے
چلیں تقویٰ کی راہوں پر تو مولا سے ملاتا ہے
عبادت میں شغف، ایثار و احساں کی فراوانی
دلِ مومن میں بھر دیتا ہے خالق قدرِ انسانی
منوّر ہوں دل و جاں آرزو دل میں سمائی ہو
خدائی نور کی جب بھی کہیں جلوہ نُمائی ہو
اُجاگر ہو کوئی جذبہ کوئی احساس پیدا ہو
دکھی انسانیت کے درد کا پھر سے مداوا ہو
مقدر میں ہے کیا یہ فیصلہ بھی اس میں ہوتا ہے
ہر اک انسان پا لیتا ہے جو کچھ بھی وہ بوتا ہے
خدا کی رحمت و شفقت کا بخشش کا مہینہ ہے
بھنور میں گِھر کے بھی باہر نکل آتا سفینہ ہے
خدا دیتا ہے روزے کی جزا جب یہ نوید آئی
خوشی کی اِنتہا تھی عید سے پہلے ہی عید آئی

مصطفیٰؐ پر تیرا بے حد ہو سلام اور رحمت
اس سے یہ نور لیا بارِ خدایا ہم نے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روزے سے محبت

امۃ الباری ناصر

روزہ اطاعتِ الٰہی کی ایک مشق ہے۔ اپنی ضروریات ٗخواہشات ٗتوجہات کو رضائے الٰہی کے ماتحت کرنے کے لئے نفس کا مجاہدہ ہے۔ قربانی کا حوصلہ ہے۔ گناہوں کا کفارہ ہے۔ اور آئندہ گناہوں سے بچنے کے لئے ڈھال ہے۔ نفس کی پاکیزگی کے لئے ہمہ وقت تسبیح ٗتحمید ٗذکر الٰہی ٗنوافل ٗنماز ٗتہجد ٗتلاوتِ قرآن کی ترغیب ہے۔ انفاق فی سبیل اللہ ٗصدقہ و خیرات کا تعامل ہے۔ شر سے حفاظت اور خیر کے حصول کی ضمانت ہے۔ اور کھانے میں اعتدال اور کمی سے روحانیت اور ملائک جیسی خصوصیات کا تعارف ہے۔ کماحقہ روزے رکھنا بفضل الٰہی اللہ تبارک تعالیٰ کے قرب کا حصول ہے۔

سید المرسلین ﷺ روحانیت کی ہر راہ کے رہبر کامل ہیں۔ آپؐ پر تزکیہ نفس کے لئے جو بھی احکام الٰہی نازل ہوتے پہلے آپؐ خود اس پر تمام تر باریکیوں کے ساتھ عمل فرماتے۔ آپؐ کا اسوۂ حسنہ اصولی اور عملی تعلیم کا کامل نمونہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

" اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزے فرض کئے ہیں اور میں نے اپنی سنت کے ذریعے اس کے قیام کا طریق بتادیا ہے۔

پس جو شخص حالتِ ایمان میں اپنا محاسبہ کرتے ہوئے روزے رکھے گا۔ اور قیام کرے گا تو وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہوجائے گا جیسے اس کی والدہ نے اسے جنم دیا تھا"۔(سنن نسائی کتاب الصوم حدیث نمبر2180)

آپؐ کو اس عبادت سے اس قدر شغف تھا کہ خاص اہتمام سے کثرت سے روزے رکھتے۔ نبوت کے بعد مکہ میں جبکہ ابھی روزے کی فرضیت کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے آپؐ کئی مہینوں تک مسلسل روزے رکھتے رہے۔ روزے رکھتے تو لگتا اب کبھی ناغہ نہیں کریں گے۔ پھر روزہ چھوڑ دیتے تو لگتا کبھی روزہ نہیں رکھیں گے۔(بخاری کتاب الجمعہ حدیث نمبر 1073) فرضیت کے بعد رمضان کے علاوہ شعبان کے مہینے میں بھی اکثر روزے رکھتے۔(بخاری کتاب الصوم 1834)

مہینے کے نصف اول میں اکثر روزے رکھتے اور مہینے میں تین دن معمولاً روزہ رکھتے بالعموم مہینے کے پہلے سوموار اور پھر اگلے دونوں جمعرات کے دن روزہ رکھتے۔(مسلم کتاب الصیام حدیث نمبر1972)

آپ ﷺ فرماتے تھے کہ سوموار اور جمعرات کو اعمال اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کئے جاتے ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ میرے اعمال اس حال میں پیش ہوں کہ میں روزہ دار ہوں (ترمذی باب الصیام) اس کے علاوہ محرم کے دس اور شوال کے چھ روزے بھی رکھتے۔ روزے اس طرح بھی رکھتے کہ گھر تشریف لاتے اگر کھانے کو کچھ نہ ہوتا تو روزہ کی نیت کر لیتے۔(ترمذی باب الصیام)

آنحضرت ﷺ روزہ رکھنا اس قدر پسند فرماتے تھے کہ بعض اوقات بغیر سحری کھائے روزے کی نیت فرمالیتے اور کئی دن تک یہی تسلسل رہتا مگر دوسروں کو اس طرح وِصال کے روزے رکھنے کی ازراہ شفقت اجازت نہ دیتے اس کی جو وجہ بیان فرمائی وہ اللہ تعالیٰ سے آپؐ کے مضبوط تعلق کا بہت حسین اظہار ہے آپؐ نے فرمایا

"میں تم میں سے کسی کی طرح نہیں ہوں میں رات ایسی حالت میں گزارتا ہوں کہ میرے لئے ایک کھلانے والا ہوتا ہے جو مجھے کھلاتا ہے اور ایک پلانے والا ہوتا ہے جو مجھے پلاتا ہے۔' '(بخاری کتاب الصوم حدیث نمبر1963)

روزوں میں معمولات کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے:

"نبی ﷺ نیکی میں لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے۔ اور رمضان میں بہت زیادہ سخاوت کرتے تھے۔ جب حضرت جبرئیلؑ آپؐ سے ملتے اور حضرت جبرئیلؑ رمضان کی ہر رات آپؐ سے ملاقات کرتے تھے۔ یہاں تک کہ رمضان گزر جاتا نبی ﷺ قرآن کا دور کرتے۔ جب حضرت جبرئیلؑ آپؐ سے ملتے تو آپؐ نیکی میں تازہ چلنے والی ہوا سے بھی تیز ہوتے"۔(بخاری کتاب الصوم حدیث نمبر1902)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

'رمضان کے مہینے میں آپؐ کثرت سے قرآنِ کریم کی تلاوت فرماتے۔ حضرت جبرئیل کے ساتھ ہر ماہ قرآن کریم کی دہرائی فرماتے وفات سے قبل

آخری رمضان میں آپؐ نے دو بار قرآنِ کریم دہرایا'۔(بخاری کتاب المناقب باب علامات النبوۃ فی الاسلام)

روزہ رکھنے کے شوق اور اللہ تعالیٰ کی عنایت کردہ غیر معمولی صحت 'ہمت و طاقت اور برداشت کے باوجود رضائے الٰہی میں جب روزہ چھوڑنے کا حکم ہوتا تو اس پر عمل فرماتے یہ سمجھانے کے لئے کہ ثواب اطاعت میں ہے آپؐ سفر میں روزہ نہ رکھتے سب کے سامنے کچھ کھانے پینے سے اطاعت کا عملی درس دیتے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ

"رسول اللہ ﷺ مدینہ سے مکہ کے لئے نکلے تو آپؐ نے روزہ رکھا یہاں تک کہ آپؐ عسفان پہنچے تو پھر پانی منگوایا اور آپؐ نے اپنے ہاتھوں کو بلند کرکے اٹھایا تاکہ لوگ دیکھ لیں پھر آپؐ نے روزہ کھول دیا اور اسی حالت افطار میں مکہ پہنچ گئے۔ اور یہ واقعہ رمضان میں ہوا'...(بخاری کتاب الصوم حدیث نمبر 1948)

حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں

"جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تو آنحضرت ﷺ کمر ہمت کس لیتے بیدار رہ کر راتوں کو زندہ کرتے خود بھی عبادت کرتے اہل بیت کو بھی جگاتے رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھا کرتے تھے اور آپؐ کا یہی معمول وفات تک رہا"۔(بخاری کتاب الصلوٰۃ التراویح حدیث 1884)

اس سراج منیر سے روشن ہونے والے بدرِ کامل حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ السلام نے قرآنی احکام اور سنتِ رسول ﷺ کو سب سے زیادہ سمجھا اور اسلام کے دور آخریں میں اسلام کا 'مرور زمانہ سے در آنے والے رطب ویابس سے مبرا' اصلی حسین چہرہ خود عمل کرکے دکھایا۔ قرب الٰہی کی راہوں کے متلاشی روزوں کی عبادت کی قبولیت سے خوب واقف تھے۔ فرماتے ہیں

"یہ ماہ تنویر قلب کے لئے عمدہ مہینہ ہے۔ کثرت سے اس میں مکاشفات ہوتے ہیں۔ صلوٰۃ تزکیہ نفس کرتی ہے اور صوم تجلیٔ قلب کرتا ہے۔ تزکیۂ نفس سے مراد یہ ہے کہ نفس امارہ کی شہوات سے بُعد حاصل ہو جائے اور تجلیٔ قلب سے مراد یہ ہے کشف کا دروازہ اس پر کھلے کہ خدا کو دیکھ لے'۔(ملفوظات جلد دوم ص 562,561)

آپؐ نے وہ نقوشِ قدم پالئے تھے جو سیدھے یار کے کوچے میں لے جاتے ہیں۔ ارشاد فرمایا:

'آنحضرت ﷺ رمضان شریف میں بہت عبادت کرتے تھے ان ایام میں کھانے پینے کے خیال سے فارغ ہو کر اور ان ضرورتوں سے انقطاع کرکے تبتل الی اللہ حاصل کرنا چاہیئے'۔(تقاریر جلسہ سالانہ 1906ص 21,20)

وہی مسلسل روزے رکھنے کا انداز' کھانے پینے کے خیال سے فارغ' ہمہ تن در گہ مولا کریم ورحیم پر جھکے ہوئے۔

مکرم مولانا دوست محمد صاحب مورخِ احمدیت تحریر کرتے ہیں:

جوانی کے عالم میں ایک دفعہ مسلسل آٹھ نَوماہ تک روزے رکھے اور آہستہ آہستہ خوراک کو اس قدر کم کر دیا کہ دن رات میں چند تولہ سے زیادہ نہیں کھاتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ مجھے خدا کے فضل سے اپنے نفس پر اس قدر قدرت حاصل ہے کہ اگر کبھی فاقہ کرنا پڑے تو قبل اس کے کہ مجھے ذرا بھی اضطراب ہو ایک موٹا تازہ شخص اپنی جان کھو بیٹھے۔ بڑھاپے میں بھی جب کہ صحت کی خرابی اور عمر کے طبعی تقاضے اور کام کے بھاری بوجھ نے گویا جسمانی طاقتوں کو توڑ کر رکھ دیا تھا۔ روزے کے ساتھ خاص محبت تھی۔ اور بسا اوقات ایسا ہوتا تھا کہ سحری کھا کر روزہ رکھتے تھے اور دن کے دوران میں ضعف سے مغلوب ہو کر جبکہ قریباً غشی کی سی حالت ہونے لگتی تھی خدائی حکم کے ماتحت روزہ چھوڑ دیتے تھے مگر جب دوسرا دن آتا تو پھر روزہ رکھ لیتے'۔ (تاریخ احمدیت جدید ایڈیشن جلد 2ص 384)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود اس طرح کا مجاہدہ بتوفیقِ الٰہی بھرپور ہمت سے کر سکے مگر عام طور پر اس طرح کے مجاہدوں سے منع فرماتے۔

حضرت میر محمد اسمٰعیلؓ تحریر فرماتے ہیں:

'آپؑ نے اوائل عمر میں گوشۂ تنہائی میں بہت بہت مجاہدات کئے ہیں اور ایک موقع پر متواتر چھ ماہ تک روزے منشائے الٰہی سے رکھے اور خوراک آپ کی صرف نصف روٹی یا کم روزہ افطار کرنے کے بعد ہوتی تھی۔ اور سحری بھی نہ کھاتے تھے اور گھر سے جو کھانا آتا وہ چھپا کر کسی مسکین کو دے دیا کرتے تاکہ گھر والوں کو معلوم نہ ہو۔ مگر اپنی جماعت کے لئے عام طور پر آپؑ نے ایسے مجاہدے پسند نہیں فرمائے'۔(مضامین حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیلؓ ص 544)

حضرت ام المومنین نصرت جہاں بیگمؓ روایت فرماتی ہیں:

'حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی جوانی کا ذکر فرمایا کرتے تھے کہ اس زمانے میں مجھے معلوم ہوا یا فرمایا اشارہ ہوا کہ اس راہ میں ترقی کرنے کے لئے

روزے رکھنے بھی ضروری ہیں۔ فرماتے تھے پھر میں نے چھ ماہ لگاتار روزے رکھے اور گھر میں یا باہر کسی کو معلوم نہ تھا کہ میں روزہ رکھتا ہوں صبح کا کھانا جب گھر سے آتا تو میں کسی حاجتمند کو دے دیتا تھا اور شام کا خود کھالیتا تھا۔۔۔ آخر عمر میں بھی آپ روزے رکھا کرتے تھے خصوصاً شوال کے چھ روزے آپ التزام سے رکھتے تھے اور جب آپ کو کسی خاص مقصد سے دعا کرنی ہوتی تھی تو آپ روزہ رکھا کرتے تھے۔ہاں مگر آخری دو تین سالوں میں بوجہ ضعف و کمزوری رمضان کے روزے بھی نہیں رکھ سکتے تھے'۔(سیرۃ المہدی حصہ اول ص14)

روزوں سے اللہ تبارک تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوئی آپؑ فرماتے ہیں:

'میں نے چھ ماہ تک روزے رکھے اس اثنا میں میں نے دیکھا کہ انوار کے ستونوں کے ستون آسمان پر جارہے ہیں اور یہ امر مشتبہ ہے کہ انوار کے ستون زمین سے آسمان تک جاتے تھے یا میرے قلب سے۔ لیکن یہ سب کچھ جوانی میں ہو سکتا تھا اگر اس وقت میں چاہتا تو چار سال تک روزہ رکھ سکتا تھا'۔(ملفوظات جلد2ص562)

'میری تو یہ حالت ہے کہ مرنے کے قریب ہو جاؤں تب روزہ چھوڑتا ہوں۔ طبیعت روزہ چھوڑنے کو نہیں چاہتی۔ یہ مبارک دن ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت کے نزول کے دن ہیں'۔(الحکم 24فروری 1901ء ص14)

شعائر اسلام کی پابندی کرانے کے لئے آپؑ بہت موثر انداز میں تلقین فرماتے۔ ایک مسافر جو قریباً عصر کے وقت قادیان پہنچے تھے حضور اقدسؑ نے روزہ کھول دینے کا ارشاد فرمایا مگر ان کی ہچکچاہٹ دیکھ کر آپؑ نے فرمایا

'آپ سینہ زوری سے خدا تعالیٰ کو راضی کرنا چاہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ سینہ زوری سے نہیں بلکہ فرمانبرداری سے راضی ہوتا ہے۔ جب اس نے فرمادیا ہے کہ مسافر روزہ نہ رکھے تو نہیں رکھنا چاہئے'۔(سیرت المہدی حصہ اول ص97)

آپؑ کی تحریروں میں قرآن و حدیث کی روشنی میں روزے کی اہمیت' تاکید' آداب' مسائل' اجر و ثواب کے بارے میں ہر جہت سے تعلیم موجود ہے۔ دعا ہے کہ ہم اس بابرکت عبادت کو اپنے محبوبوں کے انداز میں اپنی زندگیوں کا حصہ بنالیں۔ آمین اللھم آمین

انسانِ کامل ﷺ

امتہ الباری ناصر

(9؍فروری 2016ء)

ایک ہی انسان ہے انسانِ کامل بالیقیں — انسانِ کامل سا حسیں کوئی ملائک میں نہیں
وہ سراپا نور ہے اور نور بھی اعلیٰ تریں — نور اس جیسا ستاروں' چاند سورج میں نہیں
ساری دنیا میں کسی دریا سمندر میں نہیں — الماس موتی لعل یاقوت و زمرد میں نہیں
غرضیکہ ارض و سما میں کوئی اس جیسا نہیں — سیّد و مولا ہمارے ارفع و اکمل تریں
سید الاحیاء محمد مصطفیٰؐ سب سے حسیں — حسن و خوبی میں کوئی اس فرد کا ثانی نہیں
خوشہ چینی ہے مسیحائے زماںؑ کے باغ سے — ورنہ ایسی نعت کہنا میرے تو بس میں نہیں

فرقان فورس

ملکی دفاع کے لئے جماعت احمدیہ کی رضاکار تنظیم

(محمد اجمل شاہد سابق امیر و مشنری انچارج نائیجیریا)

1947ء میں ملکی تقسیم کے بعد قادیان سے ہجرت ایک بہت بڑا سانحہ تھا۔ بظاہر ایک دفعہ جماعت کا تمام شیرازہ بکھر گیا مگر حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی غیر معمولی فراست اَور شجاعت سے نہ صرف جماعت کو از سرِ نو سنبھالا بلکہ اسے مزید ترقی کی شاہراہ پر گامزن کر دیا۔

ہجرت کے بعد جب آخری کانوائے قادیان سے لاہور پہنچ گیا تو حضرت مصلح موعودؓ نے جماعتی اداروں کو دوبارہ جلد شروع کرنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ چنانچہ جامعہ احمدیہ کا پہلے لاہور میں بعد میں چنیوٹ میں اَور بالآخر احمد نگر میں آغاز کر دیا گیا۔

1948ء میں گرمیوں کی تعطیلات سے چند روز قبل احمد نگر کی کچی حویلی میں تمام طلباء کا ایک ہنگامی اجلاس بلایا گیا۔ جسے مرکز سے آنے والے ایک تین رکنی وفد نے خطاب کیا، انہوں نے طلباء کو بتایا کہ جماعت کی طرف سے کشمیر کے محاذ پر فرقان فورس کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جس میں جماعت کے رضاکار عسکری تربیت حاصل کرنے کے بعد ملکی دفاع کے لئے کام کریں گے۔ اس لئے طلباء گرمیوں کی تعطیلات میں بجائے اپنے اپنے گھروں میں جانے کے اس فورس میں کام کرنے کے لئے اپنے نام پیش کریں۔ یہ تحریک اس قدر مؤثر تھی کہ نصف سے زائد طلباء نے اس کے لئے نام پیش کر دیئے۔ محاذ سے واپس آکر انہوں نے اپنے حیرت انگیز تأثرات بیان کئے۔ اگلے سال جب دوبارہ اس کی تحریک کی گئی تو خاکسار نے بھی اس تنظیم کے لئے اپنا نام پیش کر دیا اَور اس طرح خاکسار کو اس جہاد میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی اَور یہاں سے حاصل ہونے والے تجارب آئندہ زندگی میں بہت مفید ثابت ہوئے۔

کشمیر کے محاذ پر جانے سے قبل سرائے عالمگیر کے مقام پر نہر اپر جہلم کے کنارے ایک تربیتی کیمپ قائم کیا گیا تھا جہاں ہفتہ عشرہ میں رضاکاروں کو محاذ پر اپنے فرائض سرانجام دینے کے لئے عسکری تربیت دی جاتی تھی جس میں پی ٹی یعنی ملٹری فزیکل ٹریننگ کے ساتھ رائفل اَور ہینڈ گرینیڈ وغیرہ کے استعمال کی عملی تربیت دی جاتی تھی۔

اس ٹریننگ کے بعد رضاکاروں کو بذریعہ ٹرک نماز فجر کے بعد کشمیر کے بارڈر بمقام بھمبر بھجوایا جاتا تھا اَور پھر وہاں سے تقریباً بیس میل کا سفر پیدل طے کرنا پڑتا تھا۔ گرمی کے ایام میں پہاڑی علاقہ کے نشیب و فراز کا یہ سفر کافی مشکل تھا۔ ایک فوجی تھیلے کا وزن اٹھا کر چلنا پڑتا تھا۔ مجھے بخوبی یاد ہے کہ بھمبر سے یہ سفر جو تقریباً آٹھ بجے شروع ہوا تھا وہ مسلسل 12 گھنٹہ تک جاری رہا تقریباً نصف فاصلہ طے کرنے کے بعد ہمارا پہلا پڑاؤ ایک مقام جسے "سوکھا تالاب" کہتے تھے پر تھا۔ یہاں روکھا سوکھا لنچ کھانے اَور دیگر حوائج ضروریہ اَور نماز ظہر و عصر کی ادائیگی کے بعد تقریباً ایک گھنٹہ کے وقفہ کے بعد ہمارا اگلا سفر شروع ہوا۔ یہاں تک کا سفر خشک اَور کافی چھوٹی پہاڑیوں پر قدرے چڑھائی کا تھا۔ اس کے بعد کا علاقہ خود رو اُونچے درختوں کے جنگلات وغیرہ کا تھا۔ ان جنگلات کے درمیان اونچی نیچی پگڈنڈی کے راستہ پر ایک قطار کی صورت میں چلنا پڑتا تھا۔ راستہ میں بعض جگہ برساتی نالے بھی آتے تھے۔ زیادہ بارش کی صورت میں ان میں کافی پانی بھی ہوتا تھا۔ چونکہ اس زمانہ میں محاذ پر رسد کے لئے گدھوں اَور خچروں کو استعمال کیا جاتا تھا۔ ایسے مقامات سے گزرتے ہوئے اکثر گدھے گر جاتے تھے اَور رسد گیلی ہو جاتی تھی اور اسی حالت میں، رسد کی کمی کی وجہ سے، اس کا استعمال کرنا ناگزیر تھا۔ فوجی زندگی میں ان مشکلات کا سامنا کرنا ایک معمول تھا۔ ان حالات میں نفاست اَور صفائی وغیرہ کا لحاظ ہرگز ممکن نہ تھا۔

جب ہم منزلِ مقصود یعنی محاذ پر پہنچے تو مجاہدین نمازِ عشاء سے فارغ ہو چکے تھے۔ ہم سارے دِن کے مشکل اَور کٹھن سفر سے بہت تھک چکے تھے۔ کھانا کھانے اَور نماز کی ادائیگی کے بعد وہیں ڈھیر ہو گئے۔ جب فجر کی اذان ہوئی تو بمشکل آنکھ کھل سکی۔

محاذ پر فرقان بٹالین کے تحت پانچ کمپنیاں کام کر رہی تھیں۔

1۔ نصرت کمپنی 2۔ برکت کمپنی 3۔ تنویر کمپنی 4۔ شوکت کمپنی 5۔ عظمت کمپنی

جب رضاکار محاذ پر پہنچتے تو اُن کو برابر طور پر سب کمپنیوں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ چنانچہ فجر کی نماز کے بعد جب تقسیم عمل میں آئی تو خاکسار کا قرعہ فال نصرت کمپنی کے نام آیا اَور اس طرح اس کمپنی کے ایک حوالدار ہم رضاکاروں کو نصرت کمپنی کے ہیڈ کوارٹر میں لے گئے جہاں کمپنی کے انچارج جمعدار نے ہمیں خوش آمدید کہا اَور مختصر طور پر ہمارے فرائض بتائے۔ ہماری رہائش کے لئے بنکرز الاٹ کئے اَور حوالدار صاحب کو حکم دیا کہ ان کی چائے سے تواضع کی جائے۔ مجھے بخوبی یاد ہے کہ وہ چائے بہت سٹرانگ تھی۔ ہم ایسی چائے کے عادی نہ تھے۔ ہم نے پینے میں کچھ تردد کیا۔ جمعدار صاحب نے دُور سے دیکھ کر فوجی انداز میں کہا:

"یہ فوجی چائے ہے اس کے پینے کے بغیر آپ فوجی فرائض سرانجام نہ دے سکیں گے۔"

چنانچہ ہم نے پہلی مرتبہ اسے ایک فوجی حکم سمجھ کر بمشکل گلے سے اتارا لیکن کچھ عرصہ کے بعد ہم اس کے اس قدر عادی ہو گئے کہ کوئی اَور چائے پسند نہ آتی تھی۔

ہم جن ایام میں محاذ پر پہنچے تو اس وقت سیز فائر نافذ ہو چکا تھا اَور جنگ بندی ہو چکی تھی۔ گذشتہ سال جو مجاہدین آئے تھے انہوں نے بتایا تھا کہ اُس وقت محاذ پر ہر وقت گولہ باری اَور فضائی حملے ہوتے رہتے تھے۔ جب بھی ایسی صورتحال ہوتی تو ان کو بنکرز میں پناہ لینی پڑتی تھی (بنکرز درحقیقت زمین دوز پناہ گاہیں تھیں، یہ بنکرز زمین کھود کر مناسب جگہ پر بنائے جاتے تھے۔ اُن کی چھت موٹی لکڑی اَور گھاس پھونس سے بنائی جاتی تھی تاکہ دُشمن کی گولہ باری سے محفوظ رہے۔ رات سونے کے لئے بنکرز ہی استعمال کئے جاتے تھے۔ اکثر اوقات شدید بارش کی صورت میں اس کی پھوار بنکرز کو گیلا کر دیتی تھی۔ لیکن سارے دن کے تھکے ہارے مجاہدین ان موسمی اثرات سے بے پرواہ ہو کر دبکے پڑے رہتے تھے اَور کسی طرح نیند پوری کرنے کی کوشش کرتے تھے)۔ مگر اب ایسی صورت نہ تھی۔ لیکن غیر متوقع صورتحال کے لئے ہر وقت تیار رہنا پڑتا تھا۔ جنگ ہو یا امن ایک فوجی کی زندگی بہت مصروف ہوتی ہے۔ صبح سے لے کر رات تک معمولاتِ زندگی انتہائی مصروف اَور ایک فعّال زندگی تھی۔ جن میں سے چند ایک یہ تھے۔

1۔ علی الصبح فزیکل ٹریننگ کے لئے بروقت شامل ہونا ضروری تھا۔ تقریباً دو گھنٹے تک یہ ایک بڑی تھکا دینے والی مشق تھی۔ انسٹرکٹر مختلف مشقیں باری باری کرواتا اَور معمولی سی کوتاہی کو برداشت نہ کرتا۔ ہم طلباء کے لئے شروع میں یہ بڑا مشکل عمل تھا لیکن آہستہ آہستہ اس کے عادی ہو گئے۔ درحقیقت اس کے بغیر فوج کے دیگر پُر خطر اَور غیر معمولی فرائض کی سرانجام دہی مشکل ہوتی ہے۔

2۔ صبح و شام ایک تقریب رائفل میں بلٹ بھرنے اَور نکالنے کی ہوتی تھی۔ تاکہ غلطی سے کوئی گولی چیمبر میں نہ رہ جائے جو نقصان کا باعث بنے۔ شام کے وقت رائفل کو لوڈ کیا جاتا اَور صبح اسے اَن لوڈ کرنا ہوتا تھا۔ اس امر کا جائزہ لینے کے لئے کہ گولی غلطی سے نالی کے اندر تو نہیں چلی گئی، اس کے لئے رائفل کا منہ اوپر کی طرف کر کے ٹرگر کو دبا کر کیا جاتا تھا۔ اس سے یہ یقین ہو جاتا تھا کہ گولی نالی میں نہیں ہے لیکن نو آموز مجاہدین کئی دفعہ اسے بھول بھی جاتے تھے یا تساہل سے کام لیتے تھے جس سے شدید نقصان کا اندیشہ رہتا۔ مجھے یاد ہے کہ اس تقریب میں ہمیں ایک دائرہ کی صورت میں بیٹھ کر یہ عمل کرنا ہوتا تھا۔ ہر حالت میں گولی بھرنے اَور نکالنے کے بعد اس امر کا جائزہ ٹرگر (Trigger) چلا کر دیکھنا پڑتا تھا کہ کوئی گولی نالی کے اندر موجود نہیں ہے۔ ایک دفعہ میرے سامنے جو مجاہد یہ عمل کر رہا تھا تو غلطی سے ایک گولی نالی کے اندر موجود تھی اَور رائفل کی نالی کا رُخ بجائے اوپر ہونے کے ترچھا تھا۔ جونہی ٹرگر چلایا تو گولی خاکسار کے کان کے پاس سے شاں کر کے گذر گئی۔ ہم اس حادثہ میں بال بال بچ گئے۔ مگر اس کی دہشت کئی دن طاری رہی۔ جس مجاہد سے یہ غلطی ہوئی اُسے اس کی سزا دی گئی۔

3۔ رات کو مختلف مقامات پر مجاہدین کو پہرہ دینا پڑتا تھا اَور دُشمن کے لئے چوکس رہنا پڑتا تھا۔ رات کی تاریکی میں بالکل اکیلے یہ ڈیوٹی بڑی مشکل تھی۔ رائفل کا رُخ دُشمن کی طرف رکھنا ہوتا تھا۔ اگر مجاہد رائفل کے متعلق غافل ہو اَور معائنہ کرنے والی ٹیم کے ہاتھ لگ جائے تو یہ ایک بڑا سنگین جرم تصوّر ہوتا تھا۔ مجھے بخوبی یاد ہے کہ ایک دفعہ دیر تک پہرہ دیتے ہوئے تھکاوٹ محسوس ہوئی تو ایک پتھر کا سہارا لیا۔ چاندنی رات تھی، ہوا ٹھنڈی چل رہی تھی تو خاکسار رائفل کو مضبوطی سے پکڑ کر ایک پتھر پر نیم دراز ہو گیا اَور نیند کا جھونکا لازمی امر تھا۔ اسی اثناء میں معائنہ ٹیم وہاں آگئی اَور انہوں نے رائفل لینے کی کوشش کی۔ خاکسار نے ہڑبڑا کر اُونچی آواز میں ہالٹ ہالٹ کا شور بلند کیا جس سے وہ ڈر گئے کہ کہیں مَیں

گھبراہٹ میں گولی نہ چلا دوں۔ بہرحال اس کوتاہی کی کچھ سزا ہمیں برداشت کرنی پڑی۔

4۔ محاذ پر اگرچہ سیز فائر کے بعد رسد اَور سامانِ خورد ونوش کی فراہمی پہلے سے قدرے بہتر تھی۔ تاہم اتنی تھی کہ جسے صرف قوت لایموت کہا جاسکتا تھا۔ دیہات سے آنے والے رضاکاروں کو کھانے کی کمی کی شکایت رہتی تھی۔ ہفتہ میں ایک دن ڈیوٹی باری باری لنگر پر ہوتی تھی۔ کھانا اَور روٹی وغیرہ پکانا سب کام خود کرنا ہوتا تھا البتہ سالن بڑے لنگر میں پکتا تھا اَور وہیں سے آتا تھا جسے ہم تقسیم کرلیتے تھے۔ روٹی پکانے کا تجربہ بڑا عجیب تھا۔ آٹا چونکہ محاذ پر گدھوں پر لد کر آتا تھا وہ اکثر بارش وغیرہ سے گیلا ہو جاتا تھا جس کی وجہ سے اس میں سفید سنڈیاں پیدا ہو جاتی تھیں۔ اس گوندھے ہوئے آٹے سے اسی طرح روٹیاں پکائی جاتی تھیں۔ پکانے کے بعد روٹی کو جھاڑ کر اُن سنڈیوں کو پھینک دیا جاتا تھا۔ اضطراری حالات میں یہ سب کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ ابھی حالت قدرے بہتر تھی۔ لیکن ہر جوان کو صرف ایک روٹی ملتی تھی، اِن حالات میں یہ ایک روٹی بھی غنیمت تھی۔ ورنہ گذشتہ سال کے مجاہدین یہ بتاتے تھے کہ چائے کے لئے جو گڑ رسد میں آتا تھا وہ بیشتر گیلا ہو کر بوری میں چمٹ جاتا۔ ایسی صورت میں دیگ میں بوری کو ڈبو کر میٹھا کیا جاتا تھا۔ ایسے ہی حالات کا نقشہ مکرم عبد السلام ظافرؔ نے اپنی ایک مزاحیہ نظم میں کھینچا تھا جس کا ایک مصرع یہ تھا؎

اسّیں تے مر گئے بھکے، لڑائیاں کی کریئے

باوجود اس تنگی ترشی کے فرقان فورس کے مجاہدین میں غیر معمولی جوش اَور جذبہ پایا جاتا تھا۔ انہوں نے نہ صرف ایسے نازک حالات میں ملک کا دفاع کیا بلکہ دُشمن کو پسپا کر کے کئی میل کا رقبہ پاکستان کے لئے حاصل کیا۔ یہی وجہ ہے کہ جب دو سال کے بعد فرقان فورس کو فارغ کیا گیا تو کمانڈر انچیف جنرل گریسی نے زبردست خراجِ تحسین پیش کیا۔

فرقان فورس کو کشمیر کے محاذ پر جس علاقہ کے دفاع کی ذمہ داری سونپی گئی تھی وہ باکسر کہلاتا تھا۔ غالباً اسے فوجی نقطۂ نظر سے بربط کا نام دیا گیا تھا۔ اس محاذ پر سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ کے فرزندان حضرت میاں ناصر احمد صاحب (حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ) اَور مرزا مبارک احمد صاحب بوجہ فرقان فورس کے منتظم اعلیٰ ہونے کے کئی بار تشریف لے گئے۔ ایسے ہی ایک موقع پر مکرم ثاقبؔ زیروی بھی ان کے ہمراہ محاذ پر گئے۔ وہاں پر مجاہدین کے جوش و خروش اَور وادی کی خوبصورتی سے متأثر ہو کر انہوں نے ایک طویل نظم تحریر کی تھی جس کا پہلا بند یہ تھا:

اِک طُرفہ خوشی چِھن جانے پر بے تاب ہے دِل، رنجور ہوں مَیں
گو حسن کے طُوفاں خواب ہوئے، اِک پاک نشہ میں چُور ہوں مَیں
دیکھا ہے جو دِل کی آنکھوں سے، کہنے کے لئے مجبور ہوں مَیں
بربط کے نظّارے اُف توبہ، افسوس کہ اُن سے دُور ہوں مَیں

آخر میں یہ بھی تحریر کرنا مناسب ہو گا کہ حضرت مصلح موعودؓ کو کشمیر کے مسلمانوں کی ناگفتہ بہ حالت کے پیش نظر ان کی آزادی و بہبودی کے متعلق بہت دلچسپی تھی۔ 33-1935 میں کشمیر کمیٹی جو کشمیریوں کے انسانی حقوق کے لئے قائم کی گئی تھی، آپ اس کے صدر رہے تھے اَور حضورؓ نے اپنے دوسالہ دَورِ صدارت میں کشمیریوں کے لئے غیر معمولی خدمات سرانجام دی تھیں۔ اس وجہ سے وہاں ڈوگرہ راج کو جب خطرہ محسوس ہوا تو انہوں نے کانگریس کے گٹھ جوڑ سے احراریوں کو جماعت احمدیہ کے خلاف کام کرنے کے لئے کھڑا کیا جنہوں نے کشمیر کمیٹی کے ایک سرکردہ رکن علامہ محمد اقبال کو اپنا ہمنوا بنا کر جماعت احمدیہ کے خلاف تحریک شروع کی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کشمیر کی آزادی کا معاملہ کھٹائی میں پڑ گیا اَور ملک کی تقسیم کے موقع پر انڈیا نے زبردستی کشمیر کو اپنا اُٹوٹ انگ قرار دے دیا۔

حضرت مصلح موعودؓ بخوبی سمجھتے تھے کہ پاکستان کے استحکام اَور کشمیریوں کی آزادی کے لئے کشمیر کا الحاق پاکستان سے ہونا چاہئے۔ اس سلسلہ میں حضورؓ نے متعدد اقدامات کئے۔ ان میں سے ایک فرقان فورس کا قیام تھا۔ تاکہ جماعت عملی طور پر کشمیریوں کے لئے جہاد میں حصہ لے اَور اس نوزائیدہ مملکت پاکستان کے استحکام کے لئے عملی قربانی پیش کرے۔ حضورؓ کا اس دور میں یہ ایک نہایت ہی جرأت مندانہ اَور انقلابی اقدام تھا۔ یہ ایک طرف ان لوگوں کے منہ پر طمانچہ تھا جو جماعت احمدیہ کو منکرِ جہاد کا الزام دیتے تھے اَور دوسری طرف ان تمام علماء کو بے نقاب کرنے والا تھا جو صرف زبانی جمع خرچ کرنے والے اَور کشمیر کے جہاد کو حرام قرار دے رہے تھے۔

یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ اس وقت پاکستان دنیا کے نقشہ پر ایک نئی مملکت کے طور پر ابھرا تھا اَور اُسے بے شمار مسائل کا سامنا تھا جن میں سے ایک ملک میں مہاجرین کی آمد اَور دوسرا کشمیر کا مسئلہ سرِ فہرست تھا۔ اس میں شک

نہیں کہ اس وقت بعض جہادی تنظیمیں کشمیر کے لئے کام کر رہی تھیں۔ لیکن وہ حکومت کے کسی نظام کے تحت نہ تھیں اس وجہ سے ملک کو کئی مسائل کا سامنا تھا اور اقوامِ عالم میں ملک کے فائدہ کے بجائے اس کی بدنامی کا باعث تھیں۔ اس کے برعکس اس نازک موقع پر حضرت مصلح موعودؓ نے ملکی دفاع کے لئے جماعتی خدمات حکومت کو پیش کیں اَور حکومت کی ضرورت اَور اجازت سے فرقان فورس کا قیام عمل میں لایا گیا۔ یہ فورس افواجِ پاکستان کے نظام اَور پالیسی کے مطابق عمل پیرا رہی۔ اَور جب حکومت کو رضاکار تنظیم کی ضرورت نہ رہی اَور فوج اَز خود کشمیر کے تمام محاذ کے دفاع کے قابل ہو گئی تو اس تنظیم کو نہایت باعزت طور پر فارغ کر دیا گیا اَور کمانڈر انچیف افواجِ پاکستان نے فرقان فورس کو شاندار الفاظ میں خراجِ عقیدت پیش کیا۔

حقیقت یہ ہے کہ فرقان فورس نے ملک کی تمام رضاکار تنظیموں کے لئے ایک مثالی نمونہ قائم کیا ہے کہ ملک کی اصل خدمت نظام کے تحت ہی مفید ہے۔ کیونکہ دفاعی جہاد انفرادی عمل نہیں بلکہ اجتماعی ہے اَور حضرت مصلح موعودؓ نے جہاد کی اس حقیقی روح کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اَز خود اس کا آغاز نہیں فرمایا بلکہ اپنی جماعت کی خدمات حکومتِ وقت کو پیش کیں اَور اُن کی اجازت سے دفاعِ پاکستان کے جہاد میں حصہ لیا۔ اس میں گویا حضورؓ نے مسلمانوں کو یہ عملی سبق دیا کہ جہاد انفرادی عمل نہیں بلکہ اجتماعی فریضہ ہے اَور وہ حکومت کی انتظامیہ کے اندر رہتے ہوئے سرانجام دینا چاہئے۔ اگر کوئی تنظیم یا اشخاص کسی جہاد کا اَز خود اعلان کرتے ہیں تو وہ جہاد نہیں بلکہ فساد ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

”سو اے عزیزو! جب کہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلاوے سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے، اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہو گا اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔“ (الوصیت صفحہ ۵ اور ۶)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے ارشادات

”چونکہ خلافت کا انتخاب عقلِ انسانی کا کام نہیں عقل نہیں تجویز کر سکتی کہ کس کے قویٰ قوی ہیں کس میں قوتِ انسانیت کامل طور پر رکھی گئی ہے اس لئے جنابِ الٰہی نے خود فیصلہ کر دیا ہے کہ ”وعد اللّٰہ الذین امنوا منکم و عملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض“ خلیفہ بنانا اللہ تعالیٰ کا ہی کام ہے۔“ (حقائق الفرقان جلد سوم صفحہ 255)

”خلافت کیسری کی دکان کا سوڈا واٹر نہیں، تم اس بکھیڑے میں کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتے، نہ تم کو کسی نے خلیفہ بنانا ہے، اور نہ میری زندگی میں کوئی اور بن سکتا ہے، پس جب میں مر جاؤں گا تو پھر وہی کھڑا ہو گا جس کو خدا چاہے گا اور خدا اس کو آپ کھڑا کر دے گا۔“

(بدر 4 جولائی 1912)
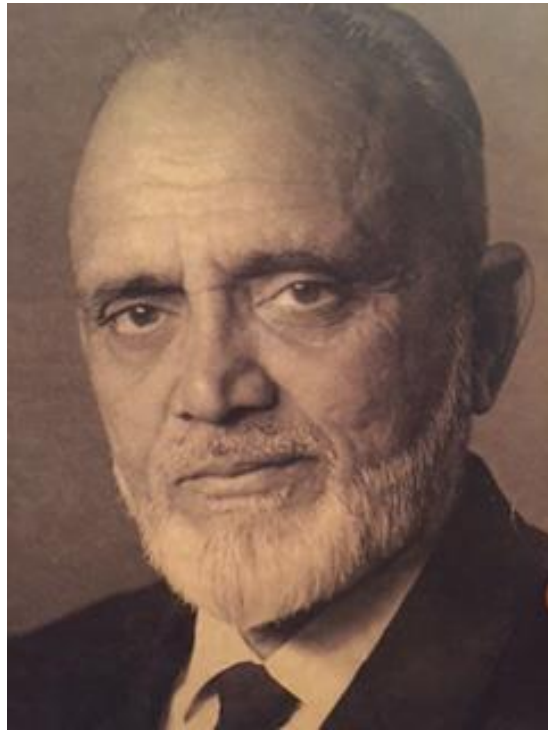
مکرم چودھری اعظم علی صاحب مرحوم

(سیشن جج پاکستان)

مکرم چودھری اعظم علی 1902ء میں لاہور سے قریباً پچاس میل شمال مغرب میں ضلع شیخوپورہ کے ایک گاؤں کرتارپورہ میں درمیانہ درجے کے ایک زمیندار مکرم چودھری رحمت علی صاحب کے گھر پیدا ہوئے۔ یہ علاقہ کبھی ساتویں پشت میں ہمارے دادا کرتار سنگھ کی ملکیت تھا کرتار سنگھ مغلوں کے دور کے شاہی پہلوان تھے سنتے آئے ہیں کہ کشتی جیتنے پر انعام کے طور پر کہا گیا کہ بھینسے پر بیٹھ کر جتنے علاقے کا چکر لگاؤ وہ تمہارا ہو جائے گا۔ اس طرح سات گاؤں ملے نام بھی انہیں کے نام پر کرتارپورہ رکھا گیا جو بعد میں صرف کرتورہ کہ گیا۔ آپ کے والد شیعہ مسلک سے تعلق رکھتے تھے اپنا امام باڑہ اور گھوڑے تھے۔ ماتم اور دیگر سب رسومات پر اہتمام سے عمل ہوتا تھا۔ آپ ابھی بہت چھوٹے تھے کہ آپ کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ آپ کی والدہ اور حضرت چودھری سر محمد ظفر اللہ خانؓ کی والدہ خالہ زاد بہنیں تھیں۔ آپ کی پرورش آپکی دادی نے کی۔ ابتدائی تعلیم چھوٹے سے گاؤں کے معمولی سے سکول میں حاصل کی گوجرانوالہ میں ہائی سکول اور پھر دیال سنگھ کالج سے گریجوایشن کی۔ شیعہ مسلک کی بعض باتیں آپ کو پسند نہ تھیں اپنے طور پر مذہبی کتب کا مطالعہ کرتے رہتے۔ اللہ تعالیٰ کے کرم سے جماعت احمدیہ کا لٹریچر ہاتھ لگا پڑھتے گئے اور قائل ہوتے گئے۔ اور صراط مستقیم کے لئے اللہ تبارک تعالیٰ سے رہنمائی کی دعائیں کرتے رہے۔ شرح صدر ہونے پر 1930ء میں جماعت میں شامل ہو گئے۔ زندگی وقف کر دی اور ایک بٹا تین کی وصیت کی توفیق ملی۔ والد صاحب نے شدید مخالفت کی حتّٰی کہ جائداد سے عاق کر دیا ایک طالب علم کے لئے خرچ بند ہونے کے بعد تعلیم جاری رکھنے کا مسئلہ ہو سکتا تھا مگر اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے پیارے بندوں کی کفالت خود فرماتا ہے۔ قابلیت کی بنیاد پر وظیفہ لگ گیا تعلیم جاری رہی۔ آپ نے لاء کالج لاہور سے ایل ایل بی کر کے سی ایس ایس کا امتحان پاس کیا۔ حقیقی اسلام یعنی احمدیت کا پیغام دینا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ خاص طور پر اپنے گاؤں جا کر قریبیوں اور گاؤں والوں کو سمجھاتے۔ وہاں سب سے زیادہ مخالفت آپ کے والد اور بھائی کرتے مگر آپ حکمت کے ساتھ ان کو سمجھاتے رہتے۔ آپ میں مثبت تبدیلی اور مسلسل کاوش کا اثر ہونے لگا اور خدا کے فضل اور حضرت خلیفۃ المسیحؓ کی دعاؤں کی برکت سے آپ کے والد صاحب نے احمدیت قبول کر لی رفتہ رفتہ گاؤں کے تین چوتھائی لوگ احمدی ہو گئے۔

آپ کے اخلاص میں ترقی کی سند حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے شاندار الفاظ میں دی۔ جلسہ سالانہ 1933 کی تقریر سے ایک اقتباس درج کر رہی ہوں اس میں جن دو افراد کا ذکر ہے حسن اتفاق سے بعد میں سسر اور داماد کے رشتے میں منسلک ہوئے۔

'اللہ تعالیٰ کے فضل سے پنجاب میں ایک نئی روح پیدا ہو رہی ہے۔ کچھ عرصہ پہلے مردنی سی چھائی ہوئی تھی لیکن دو سال سے بیداری پائی جاتی ہے اور خدا کے فضل سے اچھے مخلص نوجوان پیدا ہو رہے ہیں ان میں سے بعض کے نام آج میں لے دیتا ہوں۔ حضرت مسیح موعودؑ کی سنت پر آپؑ بھی مخلصین کے نام لے کر ذکر کر دیا کرتے تھے۔ پھر اس لئے بھی کہ جن کے نام لئے جائیں ان میں غیرت پیدا ہو جائے کہ اس عزت کو قائم رکھنا ہے کئی مخلص نوجوان ہیں جن میں سے بعض کے لئے ان کی سرگرمیوں کے متعلق حد بندیوں کی ضرورت ہے اور بعض کے لئے قوت عملیہ کے بڑھانے کی ضرورت ہے ان میں سے ایک تو ...چودھری فقیر محمد صاحب ہیں یہ نسبتاً پرانے احمدی ہیں اور نوجوانوں کے لئے اچھا نمونہ ہیں ایک چودھری اعظم علی صاحب ہیں اور نئے جماعت میں داخل ہوئے ہیں۔ انہوں نے اخلاص کا اچھا نمونہ دکھلایا ہے۔ وہ شیعوں میں سے آئے ہیں لیکن تھوڑے ہی عرصے میں انہوں نے اخلاص کا قابل تعریف نمونہ پیش کیا ہے اور میں کوئی وجہ نہیں دیکھتا کہ اور نئے آنے والے کیوں نہ ان کی طرح دین میں ترقی کر سکیں بیعت کرنے کے چھ ماہ بعد جب میں نے ان کی شکل دیکھی تو میں پہچان نہ سکا کیونکہ ان کی شکل سے ایسی دینداری ظاہر ہوتی تھی گویا کہ وہ پرانے احمدی ہیں'۔

(تاریخ احمدیت جلد 6 ص 132-133)

یقیناً اس غیر معمولی تحسین کے پس منظر میں آپ کی ان تھک تبلیغی کاوشیں ہوں گی لیکن ہمارے پاس واقعات محفوظ نہیں۔ مکرم میاں عبدالرحیم دیانت درویش قادیان کی ایک تحریر سے خدمت کے انداز کا اندازہ ہوتا ہے لکھتے ہیں:

'مکیریاں ہی کی بات ہے مکرم چوہدری اعظم علی صاحب جج بھی عارضی وقف کے لئے تشریف لائے۔ ایک دن سڑک پر ہی ایک مسلمان کو روک کر اپنے انداز میں دعوت الی اللہ شروع کر دی۔ بات کرتے کرتے یہ کہا کہ اس زمانے کے علماء کو اچھا نہیں کہا گیا یہاں تک کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو کھانے والے بھیڑیئے نے حضرت یعقوبؑ سے کہا تھا کہ اگر میں نے یوسف علیہ السلام کو کھایا ہو تو چودھویں صدی کے علماء میں اُٹھوں۔ مخاطب نے اس روایت کا حوالہ طلب کر لیا۔ چودھری صاحب اُسے گھر لے آئے آ کر کتاب دیکھی تو حوالہ غائب چوہدری صاحب کو علم نہ تھا کہ علماء سوء یہ حرکت بھی کرتے ہیں کہ کتابوں سے حوالے نکال دیں یعنی کتاب میں تحریف کر کے حوالہ نکال دیا گیا تھا۔ چوہدری صاحب بڑے سادہ بہت مخلص انسان تھے میں نے خود اُن کے پاؤں میں چھالے دیکھے ہیں جو بہت کثرت سے چلنے کی وجہ سے تھے مگر تبلیغ میں ناغہ نہ کرتے آپ کی ذاتی وجاہت اور نیکی کا ہمیں بہت فائدہ ہوتا۔ لوگ اُن سے مشورے لینے آتے مجھے کھانا پکانے میں مہارت ہو گئی تھی۔ اس کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے وہ افسران بالا اور بارسوخ آدمیوں کی دعوت کرتے اس طرح کافی مواقع بات چیت کے میسر آ جاتے۔ اور علاقے میں سہولت سے رہنے کی صورت بھی بن جاتی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے خوب کام لیتا ہے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔ (زندہ درخت از امۃ الباری ناصر ص 135)

ابھی آپ لاء کالج میں زیر تعلیم تھے کہ اس وقت کے دستور کے مطابق بزرگوں کے فیصلہ کے مطابق مکرم چودھری سلطان احمد (بار ایٹ لاء) سیالکوٹ کی بیٹی مکرمہ امینہ بیگم سے آپ کی شادی ہوگئی آپ مشہور و معروف شاعر فیض احمد فیض کی ہمشیرہ تھیں۔ ہم ان کو اماں جی کہتے تھے۔ اماں جی بہت سادہ مزاج کی دین دار خاتون تھیں قرآن پاک حفظ کرنے کا جنون تھا ہر وقت قرآن کے گرد گھومتیں۔ دنیا سے لاتعلق اپنے نماز روزے میں مگن رہتیں۔ ان کے بطن سے دو بیٹیاں اور ایک بیٹا پیدا ہوئے۔

اباجی سیشن جج تھے اور جماعت کی طرف سے بھی بڑے بڑے عہدوں پر خدمت لی جاتی تبلیغ کا بے حد شوق تھا جس کے لئے ضروری تھا کہ ساتھی بھی احمدی گھرانے کی دین کا علم رکھنے والی ہو چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے مشورے سے مکرم چودھری فقیر محمد صاحب (ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس) کی بیٹی مکرمہ سکینہ بیگم صاحبہ سے دوسری شادی ہوئی، ان کی عمر شادی کے وقت ساڑھے تیرہ برس تھی ساتویں جماعت کی طالب علم تھیں۔ حضرت سیدہ مریم صدیقہؒ اور صاحبزادی امۃ الرشید صاحبہ کی ہم جماعت تھیں ایک تو کم عمر اور پھر سوکن پر دینے میں ان کی والدہ صاحبہ کو رشتے میں تردد تھا مگر والد صاحب نے جب سنا کہ تحریک خلیفۂ وقت کی طرف سے ہوئی ہے تو فوراً مان گئے۔ ہمارے نانا جان کا گھر فقیر منزل ریلوے روڈ پر تھا۔ ہماری نانی اماں بالکل سادہ جٹی خاتون تھیں۔ گھر میں دو

تین بھینسیں ہوتی تھیں خالص دودھ دہی لسی اور مکھن کی فراوانی تھی وہ اکثر یاد کرتیں کہ حضرت اماں جانؓ صبح سیر کے لئے نکلتیں تو ہمارے گھر تشریف لاتیں اور ہمارے ساتھ ناشتہ کرتیں۔ نانی اماں مزے دار پراٹھے بناتیں اور حضرت اماں جانؓ کو پیش کرکے بہت خوش ہوتیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے سارے خاندان سے محبت اور عقیدت کا تعلق تھا خاص طور پر حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ اور حضرت میاں مظفر احمد صاحب کے گھرانوں سے قریبی تعلق تھا۔ کئی دفعہ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ اور حضرت میاں مظفر احمد صاحب، میرے ناناجان اور اباجی کی پوسٹنگ ایک ہی شہر میں ہوتی۔ احمدیت کے دیوانوں کو ملنے جلنے کے مواقع ملتے رہتے۔ بیوی بچوں کا آپس میں ملنا جلنا رہتا۔ محبت پیار کے مزے آتے۔

ہماری امی کے بطن سے اللہ تعالیٰ نے چار بیٹے اور تین بیٹیاں عطا فرمائیں۔ آپ نے بہت مختصر زندگی پائی صرف پندرہ سال اباجی کا ساتھ رہا 1919ء میں پیدا ہوئی تھیں 1948ء میں وفات پا گئیں۔ ہم کیمبل پور میں رہتے تھے تقسیم بر صغیر کے بعد کے کسمپرسی کے حالات تھے امی موصیہ تھیں لیکن جنازہ ربوہ لانا مشکل تھا پہلے وہیں کیمبل پور میں تدفین ہوئی پھر ایک سال بعد ارض ربوہ میں بہشتی مقبرے کے حوالے کیا گیا۔ راقم الحروف اس وقت صرف دس سال کی تھی چھوٹی بہن دس ماہ کی تھی مجھے میری خالہ جو مکرم ڈاکٹر احسان اللہ ظفر صاحب امیر جماعت امریکہ کی والدہ تھیں اپنے ساتھ رکھتیں۔ ہم سب بچوں نے زیادہ تر نانی اماں کے گھر میں پرورش پائی۔

اس وقت اباجی پر بھاری ذمہ داری آپڑی اماں جی اگرچہ اپنے اندر مگن رہنے والی خاموش سی خاتون تھیں مگر گھر میں ایک عورت تو تھی مگر وہ بھی امی کی وفات کے بارہ تیرہ سال بعد وفات پا گئیں۔ اب بچوں کی ہر طرح کی دیکھ بھال اباجی کو کرنا تھی۔ بڑا صبر آزما کام تھا لوگوں نے تیسری شادی کا مشورہ دیا مگر اباجی نے قبول نہ کیا اور بچوں کو نئی آزمائش میں ڈالنے کی بجائے خود قربانی دی۔ ایک مشکل زندگی گزاری۔ سیشن جج کی حیثیت سے محنت اور وقت طلب کام تھا اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق سے قریباً تیس سال تن تنہا بچوں کی دینی و دنیاوی تعلیم اور بیاہ شادیاں غرضیکہ ہر طرح کی ذمہ داری باحسن نبھائی آپ کو دینی تعلیم کا بہت شوق تھا۔ بچوں کو قرآن پڑھانے کے لئے حافظ صاحب کا مستقل انتظام تھا خود بھی قرآن مجید ترجمہ تفسیر پڑھاتے۔ تفسیر صغیر شائع ہوئی تو سب کے لئے ایک ایک نسخہ خرید لائے۔ نماز اور اس کا ترجمہ وغیرہ سنتے جب گھر ہوتے تو جماعت سے نماز پڑھاتے۔ نماز کے بعد اپنے مقدمات وغیرہ کی روداد سنا کر سمجھاتے کہ برے کام کا انجام برا ہوتا ہے۔ اسلامی تاریخ سے سبق آموز واقعات سنا کر تربیت کرتے۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی کتب کے مطالعہ کا شوق پیدا کرنے کے لئے صفحات کی تعداد پر انعام مقرر کرتے۔ کبھی سوال جواب سے ہمارے مسائل کا حل بتاتے۔ جمعہ کی نماز کے لئے ساتھ لے کر جاتے۔ جلسہ سالانہ پر باقاعدہ ربوہ آتے۔ ربوہ میں چھ کنال زمین خرید کر چار کنال پر مکان بنایا تاکہ بچے مرکز میں رہ کر تعلیم حاصل کریں۔ بفضل الٰہی یہ آپ کی دعائیں اور کوششیں ہی تھیں کہ سب بچوں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور جماعت کے خدمت گزار وجود بنے۔ جہاں بچوں کی اتنی خوشیاں دیکھیں وہاں بعض آزمائشوں کو بھی صبر شکر سے برداشت کیا۔ ملازمت آپ نے عبادت سمجھ کر کی۔ دعا، دیانت اور مستقل شدید محنت آپ کا طریق تھا۔ جس سے ترقی اور نیک نامی حاصل ہوئی۔ عادل منصف کی شہرت جماعت کے تعارف کا باعث بنتی جس کا گہرا اثر ہوتا۔ آپ نے چھبیس ستائیس سال سروس کی سیشن جج اور ہائی کورٹ کے جج کی حیثیت سے کام کیا۔ ریٹائرمنٹ کے وقت پنشن میں اضافہ کیا گیا اور تعریفی سرٹیفکیٹ بھی ملا۔ آپ کے حسن کارکردگی کا اعتراف اس صورت میں بھی ہوا کہ ریٹائرمنٹ کے بعد اضافی تین سال کے لئے شیخوپورہ میں کلیم کمشنر لگائے گئے۔

آپ کے کلاس فیلوز اور حلقہء احباب میں جسٹس منیر، جسٹس صمدانی، جسٹس کیانی اور اسی پائے کے جج اور وکیل تھے۔ 1985ء میں جب جسٹس صمدانی کے پاس جماعت کے بارے میں فیصلہ کرنے کا اختیار آیا تو انہوں نے اباجی اور چودھری عزیز احمد باجوہ صاحب سے مدد لی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آپ ہر حال میں حق گوئی سے کام لیں گے۔ دوران ملازمت ہر مقدمے کا گہری نظر سے جائزہ لیتے آپ کا کوئی فیصلہ کبھی چیلنج نہیں ہوا۔ مشکل مقدمات جن میں اثرورسوخ اور پیسے کے اثرانداز ہونے کا ڈر ہوتا آپ کے سپرد کردئے جاتے۔ لوگ آپ کو جان سے مارنے کی دھمکیاں دیتے بلکہ عملی طور پر حملے بھی ہوئے لیکن آپ نے حق و صداقت کو نہیں چھوڑا۔

مالی قربانی کا بہت شوق تھا۔ رزق حلال کماتے باوجود کھلے مواقع ہونے کے کبھی ناجائز پیسے کو ہاتھ نہیں لگایا۔ اپنے گاؤں والوں کی مالی مدد کرتے۔ مالی تحریکات میں دل کھول کر حصہ لیتے۔ اپنی آمد سے سب کی طرف سے سب چندہ

جات ادا کرتے۔ایک تہائی (⅓) کے موصی تھے۔۔ تحریک جدید کے پانچ ہزاری مجاہدین میں سارے خاندان کے بزرگوں اور بچوں کی طرف سے چندہ دیتے۔ جس کا ریکارڈ کتاب میں موجود ہے۔

03697چودھری اعظم علی

03703حامد علی ولد چودھری اعظم علی

03702امتیاز علی ولد چودھری اعظم علی

03701 قانتہ بیگم بنت چودھری اعظم علی

3698Aوالدہ چودھری اعظم علی

03704ماجد علی چودھری اعظم علی

03706محمد صادق چودھری اعظم علی

03707عابد علی ولد چودھری اعظم علی

03699رشیدہ بیگم بنت چودھری اعظم علی

03700ساجدہ بیگم بنت چودھری اعظم علی

03705سکینہ بیگم اہلیہ چودھری اعظم علی

آخری عمر میں ریٹائرمنٹ کے بعد پانچویں حصے کی وصیت کر دی۔

آپ نے ساری عمر زندگی وقف کی طرح جماعت کی خدمت کو اولیت دی۔ سروس ایسی تھی کہ بڑے شہروں میں تبدیلی ہوتی رہتی آپ جہاں بھی ہوتے جماعت سے فوراً رابطہ کرتے آپ کو اہم خدمات سونپی جاتیں۔

تبلیغ کا دیوانگی کی حد سے بڑھ کر شوق تھا۔ مہینے میں دو تین دن وقف کرتے سادہ لباس سادہ وضع ٹھیٹھ پنجابی زبان گاؤں والوں کی سوچ فکر سے واقف دیہاتوں میں نکل جاتے اور مسیح زمان کی آمد کا پیغام دیتے ایک دفعہ آپ زیرہ' جو مشرقی پنجاب کا ایک شہر ہے' میں متعین تھے چھٹی کا دن آیا تو سر میں سودا سمایا کہ چھٹی کسی شاندار طریق سے منائی جائے۔ چل بندے نکل اور یار کا پیغام دے گاؤں پہنچے شدید گرمی فصلوں کی کٹائی کا موسم ہاتھ میں درانتی لی اور مزدوروں میں گھل مل کے فصل کاٹنے لگے کام بھی کرتے گئے اور مسیحا کی آمد کی نوید بھی دیتے رہے۔ شام کو مزدوروں کمیوں نے زمیندار سے شکایت کی کہ یہ بندہ سارا دن ہمارا سر کھاتا رہا ہے۔ اس کی باتیں ہماری سمجھ سے اوپر تھیں اس کو مزدوری دے کر رخصت کریں۔ زمیندار نے آپ کی ہیئت دیکھ کے کچھ نہ کہا بلکہ زیادہ مزدوری دینے کا ارادہ کیا آپ اٹھے اپنے کپڑے جھاڑے اور اپنی راہ لی۔ سامنے سے کوئی سپاہی آرہا تھا آپ کو دیکھ کے حیران ہو کر پوچھا جج صاحب! آپ یہاں کہاں؟ جواب دیا اپنا شوق پورا کرنے گیا تھا ؎

ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج
جس کی فطرت نیک ہے وہ آئے گا انجام کار

زمیندار کو پتہ لگا کہ جس سے سارا دن مزدوری کرائی تھی اور کھانا بھی مزدروں جیسا دیا تھا وہ زیرہ کے جج صاحب ہیں تو اگلے دن معذرت کے لئے کچہری آیا آپ نے بڑی عزت سے بات کی اور کہا کہ یہ تو میں اپنی مرضی سے کر رہا تھا۔

آبائی گاؤں اپنے دادا ابا سے ملنے جاتے تو قریبی دیہاتوں میں نکل جاتے۔ گاؤں دیہات میں پرانی دشمنیاں چلتی رہتی ہیں قتل بھی ہو جاتے اس لئے بلا خوف دوسروں کے علاقوں میں جانا پر خطر تھا مگر آپ کو اپنے محافظ خدا پر بھروسہ تھا بلا خوف و خطر ان علاقوں میں تبلیغ کرتے دشمنوں کے حملے کے ساتھ سانپوں کے حملے کا بھی خوف ہوتا تھا کالر کا علاقہ جہاں باسمتی چاول کے لئے مشہور ہے وہاں زہریلے سانپوں کی بھی شہرت ہے۔ آپ کبھی کبھی دو تین دن لگا دیتے تو گھر والوں کا فکر کے مارے برا حال ہو جاتا۔ جب دادا ابا دیر لگانے پر سرزنش کرتے تو اطمینان سے جواب دیتے زندگی موت تو خدا کے ہاتھ میں ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں وہ خود میری حفاظت کرتا ہے۔ اباجی کے گاؤں والوں نے اخلاص میں بہت ترقی کی ہمارے چچاؤں نے مسجد بھی تعمیر کرائی۔ احمدیہ لائبریری بھی بنی جماعت کے خلاف اذان وغیرہ کی پابندی لگی تو کسی کو اس مسجد کی اذان روکنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اس کا ذکر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک خطبے میں تعریفی رنگ سے کیا تھا۔

1974 یا 1975ء کا واقعہ ہے۔ اباجی پنجاب ہائی کورٹ میں وکالت کرتے تھے۔ بار میں چاچاجی مکرم عبداللہ باجوہ صاحب (والد صاحب مکرم وجیہ باجوہ صاحب امریکہ)، مکرم چودھری عزیز احمد باجوہ صاحب ایک ہی میز پر بیٹھتے تھے۔ مخالفین جلتے بھنتے رہتے۔ ایک دفعہ اس ٹیبل پر ایک پوسٹر رکھ دیا جس پر لکھا تھا: 'قبرستان'۔ ان احباب نے کوئی پرواہ نہ کی۔ اس پر انہیں اور بھی غصہ آیا۔ اباجی اٹھ کر جانے لگے تو ایک نوجوان وکیل نے گریبان سے پکڑ لیا۔ ارد گرد سب پڑھے لکھے لوگ بیٹھے تھے۔ اس کو شاید جسٹس صاحب کا بھانجا ہونے کا زعم تھا۔ چیخ چیخ کر کہنے لگا: تو کافر ہے، کلمہ پڑھ، مسلمان ہو جا۔ اس مسلمان ہونے پر ایک

انعام کا بھی اعلان چیخ چیخ کر کیا: میں اپنی بیوی کو طلاق دے کر اپنی دو جوان بہنوں کے ساتھ تیرے حوالے کر دوں گا جو چاہے کرنا۔ اباجی نے بڑے اطمینان سے کلمہ طیبہ پڑھا اور کہا کہ میں تم سے بڑھ کر مسلمان ہوں۔ اس نے مطالبہ کیا کہ مرزا صاحب کو گالیاں دو۔ آپ نے سمجھایا کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے کسی بھی مذہبی پیشوا کو برا کہنے سے منع کیا ہے میں جس کو امام زمانہ مانتا ہوں اسے گالی کیسے دے سکتا ہوں۔ وہ غصے سے بل کھاتا قتل کی دھمکیاں دیتا رہا۔ اباجی کا ایک ہی جواب تھا میری زندگی کا مالک قادر توانا خدا ہے جو مجھے نہیں چھوڑتا۔ خیر خواہوں نے مشورہ دیا کہ اس نے صریحاً زیادتی کی ہے آپ قانون کی مدد لیں مگر آپ خاموش رہے اور معاملہ خدا پر چھوڑ دیا۔

ایک لطیفہ بھی ہوا۔ ان دنوں میں اباجی کے پاس لاہور آئی ہوئی تھی۔ دراصل ڈسکہ میں ملانوں نے رہنا دوبھر کیا ہوا تھا میرے میاں ریاض صاحب اور پانچ بچیاں ہم سب ایڈورڈ روڈ پر ہائی کورٹ کے بالمقابل بھائی عابد بٹر 'جو ہائی کورٹ میں وکیل تھے' کے آفس کے اوپر فلیٹ میں رہتے تھے۔ اباجی نے آکر سارا واقعہ سنایا تو ریاض مذاق میں بولے اباجی یہ عورتیں تو آنے دیتے آپ کا ہمارا سب کا کام بن جاتا۔ اباجی استغفار اور اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھتے رہے۔ بات آئی گئی ہو گئی مگر آدھی رات کو اباجی نے کچھ لوگوں کو گیٹ پھلانگتے اور دیوار پر چڑھتے دیکھا۔ وہ قریباً پچاس آدمی تھے جو ڈنڈوں، چھروں اور چاقوؤں سے لیس تھے۔ ریاض' بچیاں اور میں اوپر کمرے کی کھڑکی کے پاس بیٹھ گئے۔ اباجی نے ریاض کو اپنی پسٹل دے دی اور ہدایت کی کہ اگر حملہ آوروں نے دفتر کا دروازہ توڑا تو فائر کرنا ورنہ نہیں اور خود رائفل لے کر نیچے دفتر کی کھڑکی کے پاس بیٹھ گئے۔ ایک کزن عرفان علی کو فون کر کے صورت حال بتائی۔ ہمارے آفس کے پیچھے پرانی انارکلی کے علاقے میں حلوائیوں کے گھر تھے جو پہلوان بھی تھے اباجی سے عقیدت رکھتے تھے ان کے کچھ معاملات کورٹ میں تھے جن میں اباجی صحیح رہنمائی کرتے تھے ان کا پیسہ اور وقت بچتا تھا۔ یہ لوگ ڈنڈے لے کر نکل آئے۔ ڈی آئی جی پولیس بھی چار پانچ ٹرک لے کر آگئے اس طرح اللہ تبارک تعالیٰ نے شر پسندوں کو ناکام کیا۔

تبلیغ کے میدان کا ایک دل گرمانے والا واقعہ تحریر کرتی ہوں۔ 1975ء میں اباجی بھائی ماجد علی اور داماد مکرم ڈاکٹر احسان اللہ ظفر سے ملنے امریکہ آئے مگر بچے سارا دن کام پر رہتے بڑی بدمزگی ہوتی اباجی فارغ نہیں بیٹھے اپنے لئے اپنے ذوق کا کام نکالا بھائی سے کہا جب آپ کام پر جاؤ مجھے جیل چھوڑ دیا کرو۔ جیل جانے کی خواہش کے پس منظر میں آپ کا عمر بھر کا تجربہ تھا۔ آپ جیل میں معائنوں کے لئے جایا کرتے تھے جانتے تھے کہ مجرموں کے پاس بہت وقت ہوتا ہے اور وہ جس ذہنی کیفیت میں ہوتے ہیں نصیحت کی بات اثر کرتی ہے۔ کیوں نہ انہیں پیغام حق دیا جائے۔ چنانچہ بھائی آپ کو جیل میں چھوڑ دیتے۔ یہ جنون ثمر آور ہوا کچھ قیدی اس قید سے رہا ہو کر احمدیت کی قید میں آئے اور ربوہ آکر خلیفہء وقت کے قدموں میں بیٹھے جلسہ سالانہ میں شمولیت کی۔

ترے کوچے میں کن راہوں سے آؤں
وہ خدمت کیا ہے جس سے تجھ کو پاؤں

اباجی اپنی زندگی کے دلچسپ واقعات بھی سنایا کرتے تھے۔

ایک دفعہ ایک شخص بڑے پہنچے ہوئے بزرگ کے بہروپ میں آیا اور آپ کے والد صاحب کا ہاتھ تھام کر بیٹھ گیا کہ قسمت کا حال بتائے گا لوگ بہت مرعوب بیٹھے تھے مگر والد صاحب ایسے چکریوں کو خوب پہچانتے تھے۔ اس کے سر پر ایک دو ہاتھ جڑ کر کہا مولوی صاحب آپ کو یہ تو پتہ نہیں لگا کہ آپ کی پٹائی ہونے والی ہے میری قسمت کا کیا حال بتائیں گے۔

حضرت چودھری سر محمد ظفر اللہ خانؓ آپ کے کزن اور ہم پیشہ تھے گہری دوستی تھی جب بھی پاکستان آتے بہت وقت اکٹھے گزارتے خاص طور پر جلسہ سالانہ کے دنوں میں خوب صحبتیں ہوتیں۔ ایک دفعہ کہیں ساتھ ساتھ جا رہے تھے کافی دیر کے بعد حضرت چودھری صاحب نے کہا تھوڑا ہٹ کے چلیں بہت دیر سے اسی طرح چمٹے چمٹے چل رہے ہیں اباجی نے کہا ہٹ تو بہت پہلے جاتا مگر ایک مجبوری ہے۔ چودھری صاحب نے حیران ہو کر پوچھا کیا مجبوری ہے؟ اباجی نے بتایا کہ آپ نے اپنا ہاتھ میرے کوٹ کی جیب میں ڈالا ہوا ہے۔ اس پر انہوں نے ہاتھ نکالا اور بہت دیر ہنستے رہے۔

تبلیغ کے شوق میں سرگردانوں کو کبھی دلچسپ صورت حال بھی پیش آتی ربوہ میں اباجی اور چند دوست مل کر تبلیغ کے لئے نکلتے تھے ان میں حضرت چودھری فتح محمد سیال صاحب' حضرت چودھری محمد حسین صاحب' ڈاکٹر مصطفیٰ صاحب شامل تھے ایک دن احمد نگر کی طرف پیدل جانا تھا حضرت چودھری فتح محمد سیال صاحب کا دروازہ کھٹکھٹایا تو وہ جلدی میں کپڑے بدل کر نکل آئے کچھ فاصلے پر جا کے اندازہ ہوا کہ ان کی بیگم کی ساٹن کی شلوار ان کو بہت چھوٹی تھی

1949ء یا 1950ء کا واقعہ ہے اباجی ملتان میں تعینات تھے ساہی وال (منٹگمری) کے ایک بارسوخ کرنل نے غریبوں کی جھونپڑیوں والی زمین ہتھیانے کے لئے جھونپڑیوں کو آگ لگوادی جس کے نتیجے میں کچھ اموات بھی ہوئیں۔ مقدمہ چلا تو کرنل صاحب کے دباؤ کی وجہ سے جج صاحبان گھبرا رہے تھے۔ یہ مقدمہ اباجی کے سپرد ہوا آپ نے خود ساہیوال جاکر تحقیق کی اور فیصلہ سنایا کہ کرنل صاحب کو پھانسی اور ان کے بھائی کو عمر قید اور چار پانچ ساتھیوں کو سزا ہوگی۔ فیصلہ سن کر وہ بہت سیخ پا ہوئے باقاعدہ دھمکیوں پر اتر آئے کہ گیدڑ کی موت آتی ہے تو شہر کا رخ کرتا ہے تمہاری موت آئی تو میرا مقدمہ لے لیا۔ اس کی طرف سے نقصان پہنچانے کے خطرے کے پیش نظر بہت دعا کی سکول کالج جانے والی بچیوں کا ساتھ تھا احمدیت ایک مستقل بہانہ تھا۔ ہمیشہ کی طرح اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی گورنمنٹ کی طرف سے سپاہی پہرہ دینے کے لئے مقرر ہوگئے۔ کرنل صاحب کو کسی اقدام کی جرأت نہ ہوئی۔

اباجی نے ڈیرہ غازی خان میں مخالفت کا ایک واقعہ سنایا ایک دفعہ بہت سے لوگ جلوس کی شکل میں نعرے مارتے ہوئے گھر پر حملہ کرنے آئے انہوں نے آگے آگے دو کتے رکھے ہوئے تھے ایک کے گلے میں اباجی کا اور دوسرے کے گلے میں حضرت چودھری صاحب کا نام لکھ کر ڈالا ہوا تھا کتوں کو جوتیاں مارتے اور جماعت کے اکابرین کو گالیاں نکالتے ہوئے دل کی بھڑاس نکال رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے خاص مدد فرمائی پڑوس میں ڈپٹی کمشنر صاحب رہتے تھے جو اباجی کی سادگی اور قابلیت سے بہت متاثر تھے شرپسندوں کو بھگا دیا۔

اباجی کو دو دفعہ عمرہ کی سعادت حاصل ہوئی تھی مگر حج کا شوق پورا نہ ہوا تھا۔

1969ء میں اباجی کو حج کرنے کی شدید خواہش ہوئی پاکستان میں طریق ہے کہ حج کے لئے کئی مہینے پہلے درخواست دی جاتی ہے پھر قرعہ اندازی ہوتی ہے جس کا نکل آئے اسے جانے کی اجازت ملتی ہے آپ نے درخواست دی تھی نہ کافی اخراجات موجود تھے مگر خواہش تھی تو دعا میں لگ گئے خواب میں حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے حج کی بشارت دی بظاہر ناممکن تھا حج میں بہت کم وقت باقی رہ گیا تھا۔ ایک دن ان کو ڈاک سے میرے بھائی ڈاکٹر علی کا خط ملا جس میں اباجی کے ٹکٹ اور ہوٹل کی بکنگ وغیرہ کی تفصیل تھی اباجی ٹکٹ لے کر میرے پاس کراچی آگئے۔ ہمیں فکر تھا کہ اگر چلے بھی گئے تو کمزور صحت اور انتہائی سادہ زندگی گزارنے والے ہوٹلوں وغیرہ میں ٹھہرنا وہاں کا کھانا کیسے برداشت کریں گے بہتر ہے وہاں مختصر ترین قیام ہو میری بڑی بہن کے دیور مکرم کنور ادریس صاحب نے سیٹیں ایسے کروائیں کہ آخری پرواز سے جانا ہو اور وہاں سے آنے والی پہلی پرواز سے واپسی ہو۔ اس وقت صرف بیس روپے ساتھ لے جانے کی اجازت تھی اباجی نے بیس روپے' دو جوڑے کپڑے' ایک چادر اور ایک کمبل لیا یہی ان کا سامان سفر تھا بلکہ کمبل بھی میں نے رکھ لیا کہ کیا بوجھ اٹھانا ہے مدینہ میں بہت اچھے کمبل ملتے ہیں وہاں سے خرید لینا۔ میں اور میرے میاں مکرم ریاض گھمن صاحب ایرپورٹ پر چھوڑنے گئے اندر اکیلے جانے کی گھبراہٹ تھی ایسا سامان ہوا کہ ہمیں ساتھ لاؤنج تک جانے کی اجازت مل گئی اور پھر جہاز کے اندر چھوڑنے کی بھی ہم انہیں بٹھا کر سیٹ بیلٹ لگا کر جب جہاز اڑنے لگا تو باہر آئے اباجی کے سارے کام اللہ تعالیٰ خود کروا رہا تھا اڑھائی گھنٹے بعد جدہ میں اترے تو بیس روپے سامان اٹھا کر ہوٹل پہنچانے والے کو عنایت کر دئے اب رات کا وقت اجنبی شہر اور ہاتھ خالی ہوٹل کی سیڑھیاں چڑھ کر اوپر گئے اور ایک کونے میں اپنی چادر اوڑھ کر بیٹھ گئے تھوڑی دیر میں کچھ لوگ آئے جن میں ایک ان کا افسر لگ رہا تھا اور سامنے والے کمرے میں چلے گئے تھوڑی دیر کے بعد باقی سب تو چلے گئے صرف افسر اس کمرے میں رہ گیا اباجی نے سنا کہ اندر سے درد سے کراہنے کی آوازیں آرہی ہیں جاکر دیکھا تو وہ افسر سر میں شدید درد کی وجہ سے بے چین تھا آپ نے اس کا سر دبایا اور دعائیں پڑھ پڑھ کر دم کیا تو اسے آرام محسوس ہوا کسی دوسری زبان میں بات کی اور اباجی کو اپنے کمرے میں سونے کے لئے کہا اور کھانا بھی کھلایا۔ صبح ہوئی تو بھائی کے بھیجے ہوئے بندے نے اباجی کو ساتھ لے کر بنک' ہوٹل وغیرہ کے سب کام کرادئے واپس آکر ناشتے کی میز پر بیٹھنے لگے تو دوسری میز سے اسی افسر نے آپ کو اپنے پاس بلایا آپ اپنا قرآن شریف اٹھا کر اس کے پاس گئے اب بات انگلش میں ہوئی اس نے پوچھا کہ یہ قرآن تم نے پکڑا ہوا ہے کچھ جانتے بھی ہو۔ آپ نے بے ساختہ کہا امتحان لے لو۔ اس کو سب سوالوں کا معقول اور مدلل جواب ملا تو حیران رہ گیا اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ بظاہر سادہ سا ان پڑھ نظر آنے والا کوئی غیر معمولی بڑا ولی اللہ ہے پھر رات والا واقعہ بھی سنایا اور عقیدت سے دوستی کا ہاتھ بڑھایا افریقہ آنے کی دعوت بھی دی۔ اباجی کو ہم نے بہت سمجھایا ہوا تھا کہ وہاں جماعت کا ذکر کرنے سے مشکل آسکتی ہے مگر اخلاص اور سادگی میں اس کو بتایا کہ دوستی کا ہاتھ بڑھانے سے پہلے یہ جان لیں کہ میں خدا کے فضل سے احمدی ہوں اور وقت کے امام سے بیعت ہوں۔ وہ امام وقت کے بارے

میں سن کے کہنے لگا پھر تو ہمارے پاس ضرور آئیں اور ہمارے علاقے کے لوگوں کو اس بارے میں بتائیں۔ اباجی اپنی صحت کی کمزوری کی وجہ سے افریقہ تو نہ جا سکے البتہ اسے لٹریچر بھجوایا۔

اس طرح اس متوکل بندے کے لئے نہ صرف بسہولت حج کی توفیق ملی بلکہ احمدیت کا پیغام بھی دیا۔ مکہ میں ہی حج کے بعد بہت دعا کی کہ یا اللہ میرا حج اور دعائیں قبول ہوئیں یا نہیں۔ ایک بزرگ کی وساطت سے اس کا جواب بھی ملا کہ آپ کی دعائیں اور حج قبول ہو گیا ہے۔ اور انشاء اللہ بیٹا بھی ہو گا۔

اباجی نے حج پر جاتے ہوئے مجھ سے پوچھا تھا میں تمہارے لئے کیا دعا کروں میری اس وقت تک تین بیٹیاں تھیں میں نے کہا کہ ایک تو دعا کریں کہ اللہ مجھے بیٹا دے دوسرے بس اللہ اتنا دے کہ اس کی یاد سے غفلت نہ ہو۔ اباجی نے بہت دعائیں کیں بزرگ کے ذریعے خوش خبری بھی ملی مگر میرے ہاں دو بیٹیاں اور ہو گئیں۔ ایک دن کسی مربی صاحب کے ہاں بیٹا ہونے کی خوشی میں مٹھائی آئی جس نے اباجی سے دعا کروائی تھی اور کئی سال کے بعد بیٹا ہوا تھا۔ میں اسی وقت جلسہ سالانہ سے واپس آئی تھی کئی خواتین نے پانچ بیٹیاں ہونے پر کسی نہ کسی رنگ میں اظہار ہمدردی کیا تھا بھری بیٹھی تھی مٹھائی دیکھ کر زبان پر شکوہ آ گیا۔ اللہ مجھے معاف کرے۔ مجھے رنجیدہ دیکھ کر اباجی بھی رنجیدہ ہو گئے مجھے سمجھانے لگے کہ بیٹی دعا ضائع نہیں ہوتی اللہ قادر ہے وہ بیٹے بھی دے سکتا ہے مگر اس نے تمہیں بیٹیاں دے کر اپنی رحمت نازل کی ہے تم خدا کا شکر کرو بہت شکر کرو۔ اباجی کا انداز اور نصیحت میرے دل میں گھر کر گئی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے دکھایا کہ بیٹیاں کیسی رحمت ہوتی ہیں سب قابل ہیں فرماں بردار ہیں ان کی کامیابیاں دیکھ کر ہر وقت اللہ تعالیٰ کا شکر کرتی ہوں۔ اللہ ان کو دین و دنیا کی سب حسنات سے نوازے۔ آمین اللھم آمین۔

اباجی دعاؤں کے بہت قائل تھے انتہائی عاجزی سے دعا کرتے۔ ہمیں پاکستان اور امریکہ میں بہت لوگ بتاتے ہیں کہ آپ کے اباجی سے دعا کروائی تھی جو قبول ہوئی تھی اور ان کی امید بر آئی تھی۔ مکرم چودھری عزیز احمد باجوہ صاحب کہا کرتے تھے کہ وہ ایک چلتے پھرتے ولی اللہ تھے۔ وہ اباجی سے کہتے تھے کہ آپ بیٹھ کے ہمارے لئے دعائیں کریں جو میں کماؤں مل کے دونوں کھا لیں گے۔ ماموں فیض احمد فیض، ماموں طفیل اور ماموں عنایت احمدی نہیں تھے مگر اباجی کی دعاؤں کی قبولیت کے قائل تھے اور احمدیت کو سچی جماعت سمجھتے تھے یہ الگ بات ہے کہ وہ احمدی نہیں ہوئے۔

اباجی نے زندگی کے آخری کچھ سال میرے ساتھ کراچی میں گزارے۔ ریاض صاحب نے اچھی خدمت کی۔ بھائی حامد اور بھابھی نصیرہ کو بھی خدمت کا موقع ملا۔ اباجی لاہور کے سنٹرل ہسپتال میں دل کے وارڈ میں داخل تھے۔ ہسپتال میں آپ کے ساتھ رہنے کی سعادت ملی ان کو اپنی وفات سے دو سال قبل کسی خواب یا کشف کے ذریعے آخری وقت کا اندازہ تھا کہ نومبر کی 29 اور محرم کی گیارہ تاریخ ہو گی۔ 22 نومبر کا واقعہ ہے مجھ سے پوچھا آج کیا تاریخ ہے میں نے بتایا تو آگے گننے لگے اور 28 پر رک کر کہا بس پھر محرم کی تاریخیں گن کر دس پر کہا بس۔۔۔ یہ ان کی اس دنیا کی آخری تاریخیں تھیں۔

29 نومبر 1980 کو وفات پا گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آپ موصی تھے بہشتی مقبرہ ربوہ میں آسودۂ خاک ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے، اعلیٰ درجات سے نوازے اور نسلوں کو ان کے پاک نقوش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

اولاد

دس بچوں میں سے سات اس وقت حیات ہیں۔

مکرم عابد بٹر صاحب امریکہ: وکالت کرتے ہیں، لاہور میں قائد خدام الاحمدیہ رہے، انصار کا بھی کام کیا۔

مکرم حامد بٹر صاحب وینکوور۔

مکرم ڈاکٹر ماجد علی صاحب نیویارک۔

مکرمہ رشیدہ صاحبہ اہلیہ منصور کرشن باجوہ صاحب۔

خاکسار ساجدہ ریاض اہلیہ مکرم ریاض گھمن صاحب۔

مکرمہ قانتہ ظفر صاحبہ اہلیہ مکرم ڈاکٹر احسان اللہ ظفر (امیر جماعت امریکہ)۔

مکرمہ خالدہ ظفر صاحبہ اہلیہ مکرم سمیع اللہ ظفر صاحب۔

نوٹ۔ اس مضمون کے مندرجات مکرمہ ساجدہ ریاض صاحبہ کا بیان ہے۔ خاکسار نے قلمبند کرنے کی سعادت پائی ہے۔ قارئین کرام سے درخواست ہے کہ ان کے پاس مکرم چودھری اعظم علی صاحب کے حالات زندگی کے بارے میں کوئی معلومات ہوں تو درج ذیل ای میل ایڈریس پر بھجوا کر عنداللہ ماجور ہوں۔ sajida.r.ahmad@gmail.com ۔ امۃ الباری ناصر

بچوں کی بروقت شادی

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی بیش قیمت نصیحت

اَز محمد اجمل شاہد ؔسابق امیر و مشنری انچارج نائیجیریا

غالباً 1958ء کا واقعہ ہے کہ خاکسار مسجد مبارک میں مغرب کی نماز کے بعد مسجد سے باہر نکلا تو خاکسار نے دیکھا کہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ مُجھ سے آگے جا رہے ہیں۔ خاکسار تیز قدم سے چل کر قریب پہنچا اَور سلام عرض کیا اَور آپ سے شرفِ مصافحہ حاصل ہوا۔ خاکسار اُن دنوں ڈھاکہ میں بطور مربی متعین تھا۔ آپ نے چند باتیں وہاں کی جماعت کے بارے میں دریافت کیں اَور اس کے بعد مُجھ سے دریافت فرمایا "کیا آپ کی شادی ہو گئی ہے؟"

غالباً آپ نے یہ سوال اس لئے کیا کیونکہ میرے والد صاحب مرحومؓ نے آپ سے میری شادی کے سلسلہ میں مشورہ کیا تھا۔ خاکسار نے جواباً عرض کیا:

"ابھی تک تو شادی نہیں ہوئی۔ تاہم میرے والدین کسی مناسب رشتہ کی تلاش میں ہیں۔"

اس پر حضرت میاں صاحب نے اس خیال سے کہ ابھی تک میری شادی ہو جانی چاہئے تھی۔ مُجھے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

"اس زمانہ میں سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بچوں کی شادی کے متعلق جماعت کے لئے ایک مثال قائم کی ہے. حضورؑ نے اپنے سب بچوں کی، لڑکے اَور لڑکیوں کے رشتے بہت چھوٹی عمر میں کر دیئے۔ جوں ہی بچے بلوغت تک پہنچے تو آپ کو ان کی شادی کی فکر ہوئی اَور جلد اُن کی شادی کر دی گویا امامِ زمانہ نے اپنے عمل سے جماعت کو یہ پیغام دیا ہے کہ وہ اپنے بچوں کی شادیاں چھوٹی عمر میں ہی کر دیں۔ اس زمانہ میں بچوں کی تربیت اَور حفاظت کے لئے یہ بہت مفید طریق ہے۔ ہمیں حضورؑ کے اس اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرنی چاہئے۔"

خاکسار نے حضرت میاں صاحبؓ سے اس معاملہ کے لئے دُعا کی درخواست کی اَور بفضلہٖ تعالیٰ خاکسار کی جلد شادی ہو گئی۔

اگر غور کیا جائے کہ حضرت میاں صاحبؓ نے اگرچہ خاکسار کو اس بارہ میں نصیحت فرمائی تاہم یہ پیغام تمام جماعت کے لئے ہے۔

جماعت میں بچوں کی شادی کا مسئلہ کافی گھمبیر ہو رہا ہے اَور اس کی بڑی وجہ بچوں کی بروقت شادی کا نہ کرنا ہے۔ عام طور پر تعلیم کی بناء پر بچوں کی شادی موٴخر کی جاتی ہے۔ حالانکہ تعلیم شادی کے بعد بھی جاری رکھی جا سکتی ہے۔ چھوٹی عمر میں شادی کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ بچے شادی کے متعلق اپنے والدین کے انتظام پر زیادہ اعتراض نہیں کرتے۔ لیکن جب وہ بڑے ہو جاتے ہیں تو پھر وہ اپنی رائے منوانا چاہتے ہیں۔ نیز معاشی حالت بہتر بنانے کی غرض سے اسے معرضِ التوا میں ڈالتے چلے جاتے ہیں۔ اس کے نتیجہ میں وہ جلد شادی کا فیصلہ نہیں کر سکتے اَور والدین اس سلسلہ میں پریشانی میں مبتلا رہتے ہیں۔ اس کا بہترین علاج یہی ہے کہ حضرت میاں صاحبؓ نے امامِ زمانہ کے جس عملی نمونہ کی طرف توجہ دلائی ہے اس پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ واضح ہَے کہ اس کا حقیقی فائدہ تبھی ممکن ہے جبکہ والدین اپنے بیٹوں اَور بیٹیوں دونوں کے متعلق ان کے بالغ ہونے کے بعد اُن کی جلد شادی کا فکر کریں۔ صرف بیٹیوں کے متعلق ایسا فیصلہ کرنا کار آمد نہیں ہو سکتا۔

امام کی ڈھال کے سائے میں مقابلہ

"اے دوستو! بیدار ہو، اور اپنے مقام کو سمجھو، اور اُس اطاعت کا نمونہ دکھاؤ جس کی مثال دنیا کے پردہ پر کسی اور جگہ پر نہ ملتی ہو، اور کم سے کم آئندہ کے لئے کوشش کرو کہ سَو (100) میں سے سَو ہی کامل فرمانبرداری کا نمونہ دکھائیں، اور اُس ڈھال سے باہر کسی کا جسم نہ ہو جسے خدا تعالیٰ نے تمہاری حفاظت کے لئے مقرر کیا ہے، اور "اَلْاِمَامُ جُنَّۃٌ یُقَاتَلُ مِنْ وَّرَآئِہٖ" پر ایسا عمل کرو کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی روح تم سے خوش ہو جائے۔"

(حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ، انوار العلوم، جلد 14، صفحہ 525)

توسان میں کتابوں کے میلے میں جماعت احمدیہ کی مطبوعات کی نمائش

محمد عبداللہ، مبلغ سلسلہ

مؤرخہ 12-اور 13 مارچ بروز ہفتہ اتوار Tucson کی یونیورسٹی میں Book Fair کا انعقاد ہوا۔West Cost امریکہ میں لگنے والا یہ سب سے بڑا Book Fair ہے۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس میں جماعت کو بھی اپنا سٹال لگا نے کی توفیق ملی اور حضور پر نور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایااور سٹال ہر اعتبار سے کامیاب رہا۔الحمدللہ

جماعت کے سٹال کے لئے تین booths لئے گئے تھے۔ جنہیں جماعتی کتب اور مختلف قسم کے بینرز سے سجایا گیا تھا۔بینرز لوگوں کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کرتے رہے۔ سٹال کے تین اطراف "Muslim for Peace" کے بینرز تھے اور سٹال کے اندر قرآن مجید اور آنحضرت ﷺ کے متعلق بینرز لگائے گئے تھے جو کہ لوگوں کو اپنی طرف کھینچتے رہے۔ تین میں سے ایک Booth میں لجنہ کا انتظام تھا کہ وہ عورتوں اور بچیوں کو مہندی لگائیں چنانچہ یہ تجربہ بھی کامیاب رہا۔ عورتیں اور بچیاں شوق سے مہندی لگوانے کے لئے رکتی تھیں تو خود بھی ہمارا لٹریچر یا قرآن مجید اور آنحضرت ﷺ کے متعلق لگے ہوئے بینرز کو پڑھتی تھیں اسی طرح ان کے ساتھ جو بھی دوسری عورتیں یا مرد ہوتا وہ بھی ان کو پڑھتا۔ چونکہ مہندی لگانے میں کچھ نہ کچھ وقت لگتا تھا تو ساتھ والے کو اچھی طرح پڑھنے کا موقع ملتا تھا اور وہ سوال جواب بھی کرتا تھا۔ اس طرح ڈیوٹی دینے والے سارا سارادن مصروف رہے۔ چنانچہ جتنا بھی لٹریچر دیا گیا وہ ہر ایک کو پوچھ کر دیا گیا۔ یہی وجہ تھی کہ ایک پمفلٹ بھی گرا ہوا نہیں دیکھا گیا۔ ایک محدود اندازہ کے مطابق ان دو دنوں میں کم از کم 1500/1400۔ افراد نے ہمارے سٹال کو وزٹ کیا، یہ وہ ہیں جو سٹال پر رکے۔ ہر ایک نے "Muslim for Peace" کو بہت سراہا۔ بعض نے تو کہا کہ آپ لوگ بہت اچھا کررہے ہو۔

ایک دلچسپ واقعہ ہوا کہ پہلے دن ایک شخص نے ہمارے سٹال کے سامنے آکر بلند آواز میں اسلام کے خلاف بولنا شروع کر دیا۔ہم تو سٹال کے اندر اپنے کام میں مصروف رہے لیکن جو مرد اور خواتین ہمارے سٹال پر وزیٹرز کھڑے تھے انہوں نے اسکو ہمارا پمفلٹ "Muslim for life" دکھانا شروع کر دیا۔ بالآخر پولیس اس شخص کو لے گئی۔ اور لوگ سارادن ہمارے سٹال پر آکر اس شخص کے رویہ پر معذرت کرتے رہے۔

اس سٹال پر بیس افراد نے اپنے ایڈریسز مزید رابطہ کے لئے چھوڑے اسی طرح چند Interfaith and Cultural Organizations سے بھی رابطہ ہوا۔ چنانچہ ایک کلچرل تنظیم نے تو وہیں اس جمعرات (سولہ مارچ) کا پروگرام بھی بنالیا۔اس پروگرام کی کامیابی کے لیے درخواستِ دعا ہے

اہم شخصیات میں سے Tucson کے میئر نے اور ایک کانگرس مین نے ہمارے سٹال کو وزٹ کیا۔

Book Fair کے دوران ٹیلی ویژن پر ہمارے تین انٹرویو ہوئے۔ دو انٹرویوز انگریزی میں اور ایک سپینش میں۔ انگریزی کے انٹرویو ایک ناصر اور ایک لجنہ نے دیئے جبکہ خاکسار نے سپینش میں انٹرویو دیا۔

Book Fair سے اگلے روز دو خواتین جنہوں نے ہمارے سٹال کو وزٹ کیا تھا مسجد دیکھنے کے لئے تشریف لائیں اور تقریباً دو گھنٹے سے زائد وقت مسجد میں گذارا۔ اور مختلف سوالات کرتی رہیں جن میں زیادہ تر عورت کا اسلام میں مقام پر تھے۔

Book Fair میں Tucson کے علاوہ خاکسار کے حلقہ کی دوسری جماعت Phoenix سے مکرم صدر صاحب جماعت اور خدام دونوں دن تشریف لاتے رہے۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء

تمام ان انصار، خدام، لجنہ اور اطفال کے لئے مؤدبانہ درخواستِ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اجرِ عظیم سے نوازے اور انہیں بڑھ چڑھ کر خدمتِ دین کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے۔ نیز جن لوگوں نے رابطہ کے لئے ایڈریسز چھوڑے ہیں ان سے رابطہ کرنے کی اللہ تعالیٰ توفیق اور ہمت دے۔

بندہ ناچیز عاجزانہ ومؤدبانہ درخواست دعا پیش خدمت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عاجز گنہگار کی کمزوریوں سستیوں اور غفلتوں کی پردہ پوشی فرماتے ہوئے قدم بقدم مقبول خدمتِ دین کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے، اور انجام بخیر کرے۔

لندن ملاقات کے لئے جانے سے پہلے ملاقات کے لئے وقت مقرر کرائیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ——— نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

پرائیویٹ سیکرٹری

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس

ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

لندن 10 رجنوری 2016

مکرم امیر صاحب امریکہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے آپ بخیر وعافیت ہونگے۔ اللہ آپ کے ساتھ ہو۔

گذشتہ کچھ عرصہ سے یہ امر مشاہدہ میں آرہا ہے کہ بعض احباب بغیر ملاقات بُک کروائے اپنے ملک سے یہاں لندن پہنچ کر دفتر P.S. سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ ان کی فوری ملاقات لکھی جائے۔ جب ان سے استفسار کیا جائے کہ کیا امیر صاحب کی طرف سے آپ کی تصدیق آچکی ہے اور کیا آپ نے روانگی سے قبل ملاقات کا وقت لے لیا تھا تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے صدر جماعت کو بتا دیا تھا اور انہوں نے ہمیں یہی کہا تھا کہ آپ چلے جائیں۔ FAX بھجوادی جائے گی۔ اسی طرح بعض صدران جماعت، ملاقات کا فارم تصدیق کے بغیر ہی براہ راست لندن بھجوا دیتے ہیں۔ نیز بعض ملاقات فارمز پر رابطہ کے لئے کوئی فون نمبر بھی درج نہیں ہوتا۔

براہ کرم اسبارہ میں صدران جماعت اور احباب جماعت کو حضور انور کی سابقہ ہدایات کا پابند کریں اور انکی واضح راہنمائی کا انتظام فرمائیں کیونکہ اس سے دفتر P.S. اور ملاقات کے لئے آنے والوں کے لئے مشکلات پیدا ہوتی ہیں اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

مہربانی فرما کر دوبارہ جماعتوں میں اعلانات اور سرکلرز کے ذریعہ یاددہانی کروائیں کہ ملاقات کی غرض سے آنے والے ہر فرد کے لئے ضروری ہے کہ ملاقات کی تصدیق دفتر P.S. لندن بھجوانے کے بعد سفر شروع کرنے سے پہلے دفتر P.S. کے دیئے گئے نمبروں 0044 208877 5555 اور 0044 2088775556 پر فون کر کے ملاقات کا وقت لے لیں اور پھر اس کے بعد یہاں آنے کا پروگرام ترتیب دیں۔ لندن کے سفر پر روانہ ہونے سے پہلے ملاقات کا وقت ضرور طے کرلیا کریں۔ صرف تصدیقی FAX بھجوا دینے پر خود بخود ملاقاتیں نہیں لکھی جاتیں۔ آئندہ اسکے بغیر یہاں آنیوالے احباب کی ملاقات نہیں ہو سکے گی۔

ہماری درخواست ہے کہ ان امور کے متعلق احباب کو اچھی طرح سے آگاہ فرمائیں نیز حضور انور کی ہدایات کا جماعتوں میں اعلان کروانے کے علاوہ وقتاً فوقتاً انہیں اپنے جماعتی رسائل اور بلیٹن میں بھی شائع کرواتے رہا کریں۔

جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

والسلام

خاکسار

منیر احمد جاوید

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٧﴾

وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ ﴿٢٨﴾

محترمہ اصغری بیگم صاحبہ کی وفات

مکرم ڈاکٹر نسیم رحمت اللہ صاحب آف کلیولینڈ، اوہایو، نائب امیر جماعتہائے احمدیہ امریکہ

میری والدہ محترمہ اصغری بیگم صاحبہ ۲۷ مارچ ۲۰۱۶ء کو کولمبس اوہایو میں بوقت شام ۸ بجکر ۳۵ منٹ پر اپنے مولائے حقیقی سے جا ملیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ان کی عمر ۹۰ سال تھی۔ آپ شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم سابق امیر جماعت کراچی کی اہلیہ تھیں۔ ۱۹۴۳ء میں آپ کے نکاح میں آئیں۔ والدہ محترمہ نے حضرت مصلح موعودؓ کے ہاتھ پر ۱۹۴۴ء میں شیخ بشیر احمد صاحب آف ٹمپل روڈ لاہور سابق جج کے گھر پر بیعت کی تھی۔

آپ موصیہ تھیں۔ آپ نے ساری عمر اپنے خاوند کا بہت احترام کیا اور آپ کے اوصاف حمیدہ میں سے سب سے اہم آپ کے اندر صبر اور مہمان نوازی کی خصوصیات بڑھ کر ہیں۔

۱۹۵۰ء اور ۱۹۶۰ء کے عرصہ کے دوران جب جماعت کے مبلغین، مربیان کرام باہر کے ممالک میں دعوت الی اللہ کے لئے جاتے تھے تو ان کا قیام ہمارے گھر پر ہی ہوتا تھا کیونکہ میرے والد محترم جماعت احمدیہ کراچی کے امیر تھے۔ اس وقت میری والدہ محترمہ ان سب کی بہت مہمان نوازی اور خدمت کرتی تھیں۔ ہمارے گھر میں حضرت مصلح موعودؓ کی چائے کی بھی ایک دعوت ہوئی تھی۔ جسے میری والدہ محترمہ نے بہت خوش اسلوبی کے ساتھ کیا۔ اسی طرح ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ڈنر کا انتظام بھی ہمارے گھر ہؤا اور اس کے علاوہ حضرت مرزا طاہر احمدؒ صاحب خلافت سے پہلے کئی مرتبہ ہمارے گھر آئے اور ہمیں ان سب کی مہمان نوازی کا شرف حاصل ہوا۔ الحمدللہ۔

ہماری والدہ محترمہ کے اندر ایک اور خصوصیت یہ بھی تھی کہ آپ اپنے تمام عزیز واقارب کے گھر ملنے جایا کرتی تھیں، خصوصاً وہ جو دنیاوی لحاظ سے کمزور سمجھے جاتے تھے۔ غریب پروری کا جذبہ اور وصف ان کے اندر نمایاں تھا اور ان کی خدمت اور مدد کرنا اپنا اولین فرض سمجھتی تھیں۔

آپ نہایت سادہ زندگی گذارنے والی اور تکلفات سے پاک خاتون تھیں۔ کبھی اور کسی دنیاوی چیز کی خواہش آپ کے دل میں نہ تھی۔ بہت دعا گو، تہجد گذار، خلافت کا احترام کرنے والی اور خلیفہ کی باتوں پر عمل کرنے والی خاتون تھیں اور ایم ٹی اے دیکھنا آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔

اکثر مجھے حضور کو دعا کا خط لکھنے کی تلقین اور یاد دہانی کراتی تھیں۔ آپ نے اپنے پیچھے ۵ لڑکے اور ۲ لڑکیاں، خدا تعالیٰ کے فضل سے بے شمار نواسے نواسیاں اور پوتے پوتیاں سوگوار چھوڑی ہیں۔ آپ کے ایک بیٹے فرحت اللہ شیخ صاحب فیصل آباد میں نائب امیر ہیں۔ ایک بیٹی ندرت ملک صاحبہ کولمبس کے صدر جماعت ڈاکٹر ملک عبدالسلام صاحب کی اہلیہ ہیں جنہیں اپنی والدہ محترمہ کی خدمت کی بہت توفیق ملی، اور آپ کی ایک بیٹی نصرت ملک صاحبہ جو کہ حضرت ملک غلام فرید صاحب کی بہو تھیں۔ ۲۰۱۲ء میں لاہور میں فوت ہوگئی تھیں۔

آپ کی نماز جنازہ کولمبس میں ہوئی۔ پھر کلیولینڈ میں خاکسار نے نماز جنازہ پڑھائی جس میں دور دراز سے اور مقامی جماعت سے اراکین اور جماعت کے نیشنل آفیشلز اور مبلغینِ کرام نے شرکت کی۔ مکرم سید شمشاد احمد ناصر مربی سلسلہ شکاگو نے دعا کرائی۔

احباب سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ والدہ مرحومہ کے درجات بلند فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ خاکسار سب خدمت کرنے والوں اور تعزیت کرنے والوں کا شکر گذار ہے۔

اردو تحریر کے ٹائپ کرنے میں احتیاط

براہِ کرم اپنے مضامین ٹائپ فرما کر بذریعہ ای میل بھجیں۔

مضمون پر نام کے ساتھ شہر اور ریاست کا نام بھی لکھیں۔

ای میل میں اپنا فون نمبر درج فرمائیں تا کہ ضرورت پڑنے پر آپ سے رابطہ کیا جاسکے۔

آپ اپنے مضمون کے ساتھ اپنا مختصر تعارف اور مضمون سے متعلقہ تصویریں بھی بھیج سکتے ہیں۔

اقتباسات کا حوالہ ایسے طریق پر دیں کہ قارئین آسانی سے ڈھونڈ سکیں۔

اصلاح یا مناسب کانٹ چھانٹ مدیران کی اہم ذمہ داری ہے۔ اگر آپ چھپنے سے پہلے اپنا مضمون دیکھنا چاہتے ہیں تو پہلے سے مطلع فرمائیں۔

ڈیسک ٹاپ پبلشنگ کے عام ہو جانے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اکثر دوست اپنی تحریر خود ہی کمپیوٹر پر ٹائپ کر سکتے ہیں۔ ایسی صورت میں براہِ کرم مندرجہ ذیل احتیاطوں کو ذہن میں رکھیں۔

سکولوں میں عربی اور فارسی کی تعلیم روز بروز کم ہوتی جارہی ہے، اس لئے اپنی تحریر میں براہِ کرم عربی اور فارسی حصوں پر اعراب لگائیں تا کہ پڑھنے والے ان حصوں کو درستگی سے پڑھ سکیں اور سمجھ سکیں۔

جن لفظوں پر ہمزہ، شدّ اور دیگر اعراب لگانے کی ضرورت ہوتی ہے، انہیں لگانا نہ بھولیں۔ مثلاً، ہوَا اور ہُوا میں فرق قائم رکھنے کے لئے دوسرے لفظ کی واؤ پر ہمزہ ڈالنا ضروری ہے۔

دو لفظ آپس میں نہ ملائیں۔ مثلاً، ہوں گا کو ہونگا نہ لکھیں۔

اگر ایک اردو لفظ ا، د، ڈ، ذ، ر، ز، ڑ، ژ، و میں ختم ہو تو اگلا لفظ وقفے (space) کے بغیر ٹائپ کیا جاسکتا ہے۔ ایسی صورت میں براہِ کرم دونوں لفظوں کے درمیان وقفہ ٹائپ کرنا نہ بھولیں اور وقفے کے بغیر اگلا لفظ ٹائپ نہ فرمائیں۔ اگر وقفہ ٹائپ نہیں فرمائیں گے تو کمپیوٹر دونوں لفظوں کو ایک لفظ سمجھے گا۔

علامات جیسے :، اور۔ وغیرہ سے قبل وقفہ نہ ڈالیں ورنہ سطر کے آخر میں یہ نشان اگلی سطر پر جاسکتے ہیں۔

امۃ اللہ، رحمۃ اللہ وغیرہ کو امتہ اللہ، رحمتہ اللہ لکھنا درست نہیں۔

ہ کی جگہ ھ کا استعمال کرنے سے پڑھنے والوں کو الجھن ہو سکتی ہے اس لئے انہیں ایک دوسرے سے ادل بدل نہ فرمائیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ اگر کہا کو کھا نہیں لکھیں گے تو ہم کو ھم بھی ٹائپ نہ فرمائیں۔

علامات یعنی :،۔ وغیرہ کا درست استعمال فرمائیں۔ ہر فقرے کے خاتمے پر ۔ کی علامت ہونی چاہئے۔

ایک لفظ کے درمیان کہیں وقفہ نہیں ہونا چاہئے۔ مثلاً لفظ اور میں اگر ا یا د کے بعد وقفہ ہو تو نظر نہیں آئے گا لیکن سطر کے آخر پر جانے پر غیر ضروری وقفوں کی موجودگی کی وجہ سے لفظ اور دو سطروں میں تقسیم ہو سکتا ہے۔

براہِ کرم آپ اپنے مضمون کو صحیح طرح ٹائپ نہ فرما کر پڑھنے والے کو پریشان نہ فرمائیں۔ پڑھنے والے کی توجہ مضمون کی طرف رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ مضمون کے ٹائپ کرنے میں کسی قِسم کی غلطیاں نہ ہوں۔

فاتحہ خلف امام

ایک شخص نے سوال کیا کہ جو شخص نماز میں الحمد امام کے پیچھے نہ پڑھے اس کی نماز ہوتی ہے یا نہیں۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ:

"یہ سوال نہیں کرنا چاہیئے کہ نماز ہوتی ہے یا نہیں، یہ سوال کرنا اور دریافت کرنا چاہیئے کہ نماز میں الحمد امام کے پیچھے پڑھنا چاہیئے کہ نہیں؟ ہم کہتے ہیں کہ ضرور پڑھنی چاہیئے۔ ہونا نہ ہونا تو خدا تعالیٰ کو معلوم ہے۔ حنفی نہیں پڑھتے اور ہزاروں اولیاء حنفی طریق کے پابند تھے اور خلف امام الحمد نہیں پڑھتے تھے۔ جب ان کی نماز نہ ہوتی تو وہ اولیاء اللہ کیسے ہوگئے۔ چونکہ ہمیں امام اعظم سے ایک طرح کی مناسبت ہے اور ہمیں امام اعظم کا بہت ادب ہے، ہم یہ فتویٰ نہیں دے سکتے کہ نماز نہیں ہوتی۔ اس زمانہ میں تمام حدیثیں مدون و مرتب نہیں ہوئی تھیں اور یہ بھید جو کہ اب کھلا ہے نہیں کھلا تھا۔ اس واسطہ وہ معذور تھے اور اب یہ مسئلہ حل ہو گیا۔ اب اگر نہیں پڑھے گا تو بے شک اس کی نماز درجہ قبولیت کو نہیں پہنچے گی۔ ہم یہی بار بار اس سوال کے جواب میں کہیں گے کہ الحمد نماز میں خلف امام پڑھنی چاہیئے۔" (تذکرۃ المھدی مؤلفہ حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانیؓ صفحہ 180 جدید ایڈیشن)